عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۱ | ۲۱ تا ۲۹ رشوال المکرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ رمئی ۲۰۲۲ء | شمارہ: ۲۰

آذربائیجان میں قادیانی سفیر کی تعیناتی

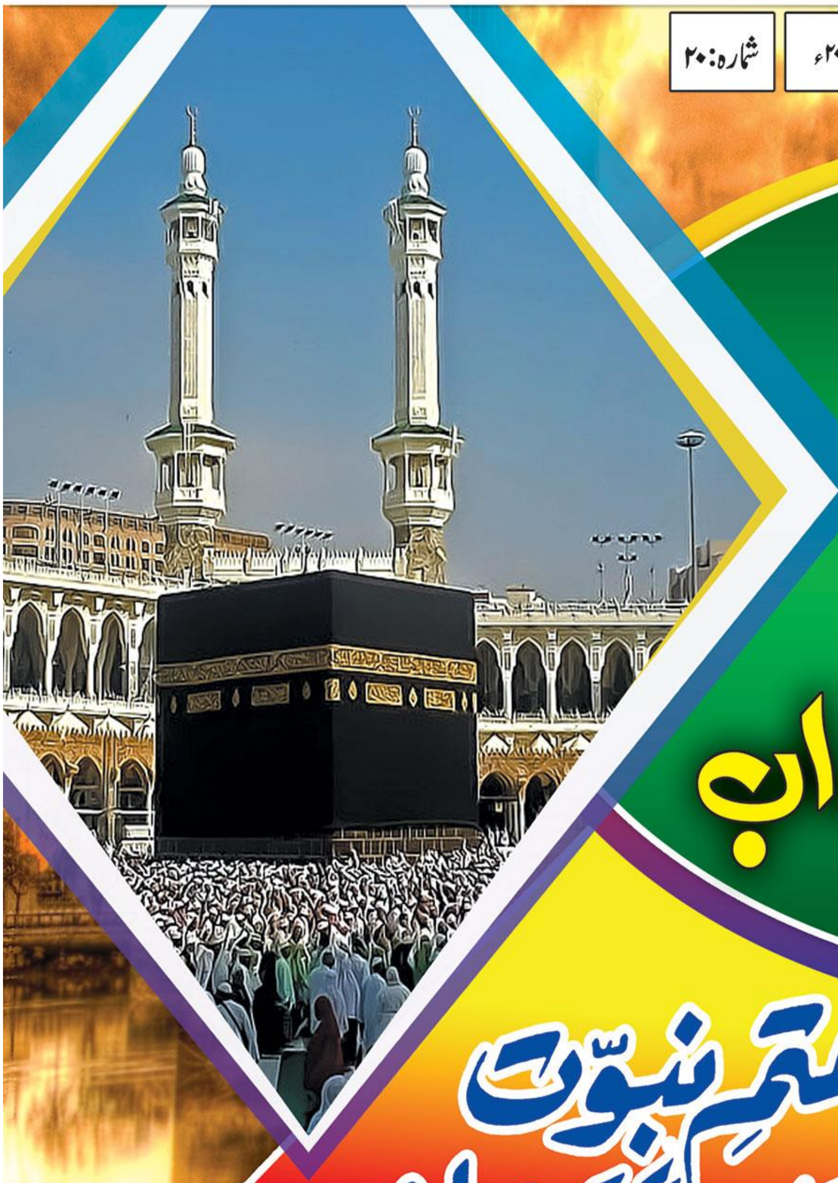

حج کے فضائل و آداب

ختمِ نبوّت ہر کلمہ گو کی میراث

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

مرحوم کی اولاد بیوہ کا پورا حق ادا کرے

س:......میرے شوہر نے اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد مجھ سے دوسری شادی کی، اس وقت ان کی پہلی بیوی سے گیارہ بچے تھے، تین بیٹے اور ۸ بیٹیاں جس میں سے صرف ایک بیٹی کی شادی ہوئی تھی، باقی دس بچوں کو میں نے ہی پالا، ان کی پرورش کی، سب کی شادیاں کروائیں۔ میری شادی کے وقت میرے شوہر کی ایک دکان اور ایک گھر تھا تب ہم سب حیدرآباد میں رہتے تھے، پھر میرے شوہر کراچی آگئے اور یہاں اپنا کاروبار شروع کیا۔ میرے شوہر سے میری اپنی کوئی اولاد نہیں ہے اور اب میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے۔

میں دل کی مریضہ ہوں اور شوہر کے انتقال کے بعد چھوٹا بیٹا جس کے ساتھ ہم رہتے تھے، ان کا کہنا ہے کہ والد کے انتقال کے بعد آپ پر ہمارا کوئی فرض یا ذمہ داری نہیں اور چھوٹی بہو کا رویہ بھی میرے ساتھ بالکل ٹھیک نہیں۔ اس وجہ سے اپنی عدت کے بعد سے میں اپنے دونوں بھائیوں کے ساتھ رہ رہی ہوں اور اب وہی میرے سرپرست بھی ہیں۔ میرے شوہر کی کل جائیداد چار کروڑ کیش، حیدرآباد میں ایک دکان، ایک گھر اور کراچی میں پانچ دکانیں اور دو گھر ہیں۔

اس ساری جائیداد کا بٹوارا کس طرح ہوگا؟ اور یہ بھی رہنمائی فرمادیں کہ میرے بعد جو بھی حصہ میرا ہوگا اس پر میرے شوہر کے بچوں کا کوئی حق ہے یا نہیں؟ (سوال مختصر کردیا گیا)۔

ج:......صورت مسئولہ میں مرحوم کے کُل ترکہ کو ۱۱۲ حصوں میں تقسیم کریں گے، جس میں سے ۱۴ حصے مرحوم کی بیوہ کو اور ۱۴،۱۴، حصے ہر ایک بیٹے کو جبکہ ۷، ۷ حصے ہر ایک بیٹی کو ملیں گے۔ اگر مرحوم نے اپنے مکان اور دکانیں محض کاغذی کارروائی کے طور پر اپنی بیوی اور بچوں کے نام کئے تھے، باقاعدہ ہبہ کرکے ان کو مکمل قبضہ اور تصرف نہیں دیا تھا تو یہ مکان اور دکانیں مرحوم کی ملکیت شمار ہوں گے اور ترکہ میں تقسیم ہوں گے۔ اگر اس بات کے گواہ موجود ہوں کہ مرحوم نے زندگی میں ہی باقاعدہ ہبہ کرکے مکمل قبضہ واختیار بھی دے دیا تھا تو پھر جس کو جو دیا تھا وہ اس کی ملکیت ہے اور وہ مرحوم کے ترکہ میں تقسیم نہیں ہوگا۔ یادرہے کہ مرحوم کی اولاد پر فرض ہے کہ وہ بیوہ کو اس کا پورا پورا حصہ ادا کریں۔ مرحوم کے کُل ترکہ میں سے آپ کا آٹھواں حصہ ہے اور آپ کے شوہر کی اولاد آپ کی وارث نہیں ہے بلکہ آپ کے بھائی، بہنیں یا ان کی اولاد وارث ہوگی۔

تلاوت قرآن کا ایصال ثواب

س:......کیا فوت شدہ لوگوں کے بخشنے کے لئے تلاوت قرآن کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب بھجوانے کے لئے تلاوت کرنا کیسا ہے؟

ج:......جی ہاں مرحومین کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب بخشا اور ہدیہ کیا جاسکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۴۱ ۲۱ تا ۲۹ رشوال المکرم ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ رمئی ۲۰۲۲ء شمارہ:۲۰

اس شمارے میں!

آذربائیجان میں قادیانی سفیر کی تعیناتی	۴	محمد اعجاز مصطفی
ختم نبوت.... ہر کلمہ گو کی میراث	۶	مولانا مفتی عبداللہ نقشبندی
وطنِ عزیز میں سیاست و معیشت کا بحران	۹	حضرت مولانا عزیز الرحمن مدظلہ
سیاسی اخلاقیات کی چند خوشگوار جھلکیاں	۱۱	حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
حج کے فضائل وآداب	۱۳	مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ
عیسائی پادریوں سے چند سوالات (۲)	۱۸	حضرت مولانا فضل محمد یوسفزئی
حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ	۲۱	مولانا محمد قاسم، کراچی
تزکیہ واحسان... کارِ نبوت کا اہم شعبہ (۳)	۲۴	حضرت مولانا مفتی خالد محمود

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیرِ اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا:۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ:۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک:۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی:۳۵۰ روپے، سالانہ:۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون:۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

آذربائیجان میں قادیانی سفیر کی تعیناتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

وطن عزیز پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ اس کے قیام کے ساتھ ہی اسے قادیانی ظفراللہ وزیر خارجہ ملا۔اس سکہ بند اور متعصب قادیانی نے اپنی وزارت خارجہ کے بل بوتے پر پورے ملک میں سے قادیانی افسران چن چن کر بھرتی کئے اور دنیا بھر میں پاکستانی سفارت خانوں کو قادیانیت کی تبلیغ کے اڈے بنا دیا۔ حتیٰ کہ دنیا میں یہ باور کرایا جانے لگا کہ پاکستانی وزیر اعظم لیاقت علی خان قادیانی سربراہ مرزا محمود کے تابع ہیں اور پاکستان میں درحقیقت قادیانیوں کی حکومت ہے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے اس خطرے کو بھانپ کر وزیر اعظم لیاقت علی خان کو قادیانی عزائم سے خبردار کیا،جس کے بعد وزیر اعظم نے قادیانیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کی ٹھان لی مگر اس سے پہلے ہی انہیں بھرے جلسے میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔اس قتل کا کھرا بھی قادیانی فتنے کے گھر سے ملتا ہے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بیوروکریسی میں چھپے قادیانی افسران اور فوج میں موجود قادیانی جرنیلوں کی آشیرباد سے جاں نثارانِ ختم نبوت کا خون بہایا گیا۔قادیانی اشرافیہ کی چال بازیوں سے کشمیر پر بھارتی قبضہ ممکن ہوسکا اور ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ چھڑی،جس میں اگرچہ مسلمانوں نے اپنے جذبۂ جہاد سے دشمن کو شکست دی۔۱۹۷۱ء میں پاکستان کا ایک بازو مشرقی پاکستان ان قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کے نتیجہ میں ہم سے کٹ گیا لیکن ان مسلسل قادیانی ریشہ دوانیوں سے ہر محبّ وطن پاکستانی تشویش میں مبتلا ہوگیا۔۱۹۷۴ء میں قادیانیوں نے مسلمان طلبہ پر چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر ختم نبوت زندہ باد کہنے کی پاداش میں ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے،جس کے بعد پورے ملک میں عظیم تحریک چلی اور نوے سالہ جدوجہد کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر ان پر آئینی وقانونی پابندیاں عائد کیں،تب سے قادیانی بچھو زیر زمین چھپ کر اپنا زہریلا ڈنگ مارنے سے باز نہیں آتا اور وقتاً فوقتاً اسلامیانِ پاکستان کے خلاف سازشوں کے جال بنتا رہتا ہے۔

حال ہی میں خبر موصول ہوئی ہے کہ سابقہ پی ٹی آئی کی حکومت نے آذربائیجان ملک میں بلال حیٔ نامی شخص کو پاکستان کا سفیر تعینات کیا جو سیالکوٹ کا کٹر،متعصب اور جنونی قادیانی ہے اور اس نے پاکستانی سفارت خانہ کو قادیانیت کے کفر کا اڈا بنا رکھا ہے،دو مسلمانوں کے قادیانی ہو جانے کی بھی اطلاعات ہیں۔اس خبر نے اسلامیانِ پاکستان میں تشویش کی لہر دوڑا دی،چنانچہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے موجودہ حکومت کے نام مندرجہ ذیل خط لکھا:

بخدمت جناب میاں شہباز شریف صاحب وزیر اعظم پاکستان۔اسلام آباد

سابقہ حکومت نے آذربائیجان میں سیالکوٹ کے بلال نامی شخص کو پاکستان کا سفیر مقرر کیا۔یہ سفیر سکہ بند اور جنونی قسم کا قادیانی ہے۔قادیانیت کی اشاعت وتبلیغ اس کا وطیرہ ہے،اس نے کئی مسلمانوں کو وہاں قادیانی بنایا۔جن میں دو تو کنفرم ہیں۔اسلامی مملکت پاکستان کے خزانہ سے آب ودانہ کھا کر قادیانیت کا پرچار کرنا موجودہ حکومت کے لئے ایک سوالیہ نشان ہے۔اس نے پاکستانی سفارت خانہ

آذربائیجان کو قادیانیت کی تبلیغ کے اڈہ میں تبدیل کیا ہوا ہے۔ پاکستانی سٹوڈنٹس کو بلا کر ان کی دعوتیں کرنا، ان پر اپنا اثر رسوخ استعمال کرکے انہیں قادیانی بنانے کی اس نے ات مچا رکھی ہے۔

آذربائیجان لینگویج یونیورسٹی میں اردو کی تعلیم کے لئے اپنے قادیانی رشتہ دار کو لگایا ہوا ہے۔ قادیانی کتب ورسائل لٹریچر تقسیم کرنا اس کا دن رات کا مشغلہ ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ اس کے خلاف فوری اقدام کرکے پاکستان کے نام کو قادیانیت کے پرچار کے لئے بطور آلہ کے استعمال ہونے سے روکا جائے۔

العارض

(مولانا) اللہ وسایا

۲۵، اپریل ۲۰۲۲ء

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

کاپی برائے

بخدمت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب صدر پی ڈی ایم اسلام آباد

بخدمت حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب وفاقی وزیر برائے مذہبی امور اسلام آباد

بخدمت جناب وفاقی سیکرٹری وزارت خارجہ اسلام آباد

بخدمت جناب وفاقی وزیر قانون اسلام آباد

نیز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے اخبارات کو یہ خبر جاری کی گئی:

’’(پ ر) آذربائیجان میں پاکستانی سفیر بلال حئی متعصب وجنونی قادیانی ہے جس نے پاکستانی سفارت خانے کو قادیانیت کا اڈہ بنا رکھا ہے، جہاں یہ پاکستان سے جانے والے افراد خصوصاً طلبہ کو قادیانی جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا ہے۔ قادیانی پاکستان کے دشمن اور آئینِ پاکستان کے مخالف ہیں، یہ آج بھی اکھنڈ بھارت کے منصوبے پر کام کر رہے ہیں، پاکستان کو نقصان پہنچانا ان کا مشن ہے، یہ ملک وملت کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ پاکستانی سفارت کے حساس عہدے پر قادیانیوں کا تعین ملکی سالمیت کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت پاکستان اس پر فوری ایکشن لے اور بلال حئی قادیانی کو اس کے عہدے سے ہٹایا جائے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی، نائب امیر مرکزیہ مولانا خواجہ عزیز احمد اور مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی رہنماؤں حضرت مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا شہاب الدین پوپلزئی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا قاضی احسان احمد ودیگر نے اپنے اخباری بیان میں کیا۔ ان رہنماؤں کا کہنا تھا کہ اس سلسلے میں مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے وزیر اعظم پاکستان کے نام خط لکھا ہے جس کی ایک ایک کاپی وزارت خارجہ سمیت متعلقہ اداروں کو بھی ارسال کی گئی ہے۔ اس خط میں حکومت پاکستان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ بلال حئی قادیانی جو پچھلے دو سالوں سے آذربائیجان میں سفیر تعینات ہے، یہ اسلامی جمہوریہ ملک پاکستان سے تنخواہ پا کر آذربائیجان میں قادیانیت کی تبلیغ کر رہا ہے اور دو افراد کے قادیانی ہو جانے کی اطلاعات ملی ہیں۔ نیز اس نے وہاں اپنے قادیانی رشتہ دار کو بھی بھرتی کر رکھا ہے جو قادیانیت کی نشر واشاعت میں اس کا معاون ہے اور قادیانی لٹریچر کی ترسیل کرتا ہے۔ مصورِ پاکستان علامہ محمد اقبال نے قادیانیوں کو ملک وملت کا غدار قرار دیا اور کہا تھا کہ قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے۔ وزیر اعظم شہباز شریف اور وزیر خارجہ بلال بھٹو زرداری اس کا فوری نوٹس لیں اور اس کی جگہ کسی مسلمان سفیر کا تعین کیا جائے۔‘‘ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

ختم نبوت.....ہر کلمہ گو کی میراث

مفتی محمد عبداللہ نقشبندی

دو چیزوں کے حوالے سے ہر دور میں مسلمان جذباتی واقع ہوا ہے، ایک اللہ کی وحدانیت اور دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت۔ عالم کفر کی ہمیشہ خواہش رہی ہے، بلکہ ان کی دن رات محنتوں کا لبِ لباب یہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کا اللہ پر یقین کمزور پڑ جائے اور عقیدۂ ختم نبوت پر زد آ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات اور عقیدۂ ختم نبوت مسلمانوں کا وہ بنیادی سرمایۂ حیات ہے، جس کے بغیر مسلمان مسلمان نہیں رہتا۔

حکومتِ برطانیہ کی مکاری:

۱۸۵۷ء میں حکومتِ برطانیہ کی مکاری اور عیاری سے ایسٹ انڈیا کے نام سے بنی ہوئی کمپنی کی مدد سے مسلمانوں کی حکومت کو دیمک کی طرح کھایا گیا، پہلے کمزور کیا اور پھر حملہ کر کے سلطنتِ مغلیہ کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۸۵۸ء میں ہندوستان ملکۂ برطانیہ کی حکومت کے زیرِ تحت ہو گیا۔

۱۸۶۸ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں لایا گیا، جہاں سے حکومتِ برطانیہ کے خلاف تحریکیں اُٹھیں۔ انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ بھی دارالعلوم دیوبند سے جاری ہوا اور مجاہدین کے دستے بھی یہیں سے روانہ ہوئے۔ یوں روزِ اول سے انگریز حکومت کے خلاف دارالعلوم دیوبند اور اکابرین دیوبند میدانِ کارزار میں کود پڑے اور انگریزوں کی نیندیں حرام کر دیں۔ حکومتِ وقت نے بھی ظلم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر سرفروشوں کے جذبوں کو مات نہ دے سکی۔

جھوٹی نبوت:

متحدہ ہندوستان میں انگریز اپنے جور وستم اور استبدادی حربوں سے جب مسلمانوں کے قلوب کو مغلوب نہ کر سکا تو اس نے ایک کمیشن قائم کیا جس نے پورے ہندوستان کا سروے کیا اور واپس جا کر برطانوی پارلیمنٹ میں رپورٹ پیش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص سے نبوت کا دعویٰ کرایا جائے جو جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو مسلمانوں پر اولوالامر کی حیثیت سے فرض قرار دے۔

مرزا غلام احمد قادیانی:

ان دنوں مرزا غلام احمد قادیانی سیالکوٹ ڈی سی آفس میں معمولی درجہ کا کلرک تھا۔ اردو، عربی، فارسی اپنے گھر ہی میں پڑھی تھی، مختاری کا امتحان دیا مگر ناکام ہو گیا، غرضیکہ اس کی تعلیم دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے ناقص تھی، چنانچہ اس مقصد کے لئے انگریزی ڈپٹی کمشنر کے توسط سے مسیحی مشن کے ایک اہم اور ذمہ دار شخص نے اس سے ڈی سی آفس میں ملاقات کی، گویا یہ انٹرویو تھا مسیحی مشن کا اور ساتھ ہی یہ شخص انگلینڈ روانہ ہو گیا اور مرزا قادیانی ملازمت چھوڑ کر قادیان پہنچ گیا۔ باپ نے کہا کہ نوکری کی فکر کرو، تو اس نے کہا کہ میں نوکر ہو گیا ہوں، پھر بغیر مرسل کے پتہ کے منی آرڈر ملنا شروع ہو گئے۔ مرزا قادیانی نے مذہبی اختلافات کو ہوا دی، بحث ومباحثہ اور اشتہار بازی شروع کر دی۔ یہ تمام تر تفصیل مرزائی کتب میں موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کام کے لئے برطانوی سامراج نے مرزا قادیانی کا انتخاب کیوں کیا؟ اس کا جواب مرزائی لٹریچر میں موجود ہے۔ مرزا قادیانی کا خاندان جدی پشتی انگریز کا نمک خوار، خوشامدی اور مسلمانوں کا غدار تھا۔ اور مرزا قادیانی کے والد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں برطانوی سامراج کو پچاس گھوڑے مع سازو سامان کے مہیا کئے اور یوں مسلمانوں کے قتلِ عام سے اپنے ہاتھ رنگین کر کے انگریز سے انعام میں جائیداد حاصل کی۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے: میرے والد کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی مرزا غلام قادر خدماتِ سرکار میں مصروف رہا۔ ستارۂ قیصریہ، ص:۴ پر اپنے بارے میں لکھتا ہے کہ:

> ’’میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنتِ انگریزی کی تائید وحمایت میں گزرا اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور

اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں اس سے بھر سکتی ہیں۔‘‘

غرضیکہ مرزا قادیانی کے گوشت پوست میں انگریز کی وفاداری اور مسلمانوں کی غداری رچی بسی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقصد کے لئے انگریز کی نظرِ انتخاب مرزا قادیانی پر پڑی اور اس کی خدمات حاصل کی گئیں۔ جن حضرات کی مرزائی لٹریچر پر نظر ہے، وہ جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی ہر بات میں تضاد ہے، لیکن حرمتِ جہاد اور فرضِ اطاعتِ انگریز ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی کی کبھی دو رائیں نہیں ہوئیں، کیونکہ یہ اس کا بنیادی مقصد اور غرض وغایت تھی، یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ:

دارالعلوم دیوبند کے سرخیل حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ نے اپنے نورِ ایمانی اور بصیرتِ وجدانی سے مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت سے پہلے پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے حجازِ مقدس میں ارشاد فرمایا کہ: پنجاب میں ایک نیا فتنہ اُٹھنے والا ہے، اللہ اس کے خلاف آپ سے کام لیں گے، بیعت وخلافت سے سرفراز فرمایا اور اس فتنہ کے خلاف کام کرنے کی تلقین بھی فرمائی۔

خوش قسمت لوگ:

۱۸۸۱ء میں جب مرزا لعین نے نبوت کا دعویٰ کیا تو علماء کرام میدان میں آ گئے، اس کے خلاف تحریکیں چلائیں، جانوں کے نذرانے پیش کئے، یہاں تک کہ ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں غیر مسلم قرار پائے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تحریکِ ختمِ نبوت کی کامیابی میں بنیادی کردار علماء کرام کا رہا، مگر یہ مسئلہ صرف علماء کا نہیں، بلکہ ہر کلمہ گو مسلمان نے اسے اپنا ذاتی اور ایمانی مسئلہ سمجھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگوں نے اس تحریک کی کامیابی کے لئے اپنی جان، اپنی مال اور اپنی اولاد پیش کی۔ تمام طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنون کی حد تک محبت کا اظہار کیا، گولیوں کے سامنے اپنے سینے پیش کئے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر آنچ نہیں آنے دی، بلکہ سب نے مل کر وہ تاریخ رقم کی ہے، جس کا محض تذکرہ ایمان کی تازگی اور روح کی بالیدگی کا باعث بنتا ہے۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں صنفِ نازک بھی کسی سے پیچھے نہ رہیں، یہاں دو واقعات درج کرتا ہوں۔

ماں کی قربانی:

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں ایک عورت اپنے بیٹے کی بارات لے کر دہلی دروازے کی طرف آ رہی تھی، سامنے تڑ تڑ کی آواز آئی، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے لئے لوگ سینہ تانے بٹن کھول کر گولیاں کھا رہے ہیں تو بارات کو معذرت کر کے رخصت کر دیا، بیٹے کو بلا کر کہا کہ بیٹا! آج کے دن کے لئے میں نے تمہیں جنا تھا، جاؤ آقا کی ناموس پر قربان ہو کر دودھ بخشوا جاؤ۔ میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں کروں گی اور تمہاری بارات میں آقائے نامدار کو مدعو کروں گی، جاؤ پروانہ وار شہید ہو جاؤ، تاکہ میں بھی فخر کروں کہ میں بھی شہید کی ماں ہوں۔ بیٹا ایسا سعادت مند تھا کہ ماں کے حکم پر آقائے نامدار کی عزت کے لئے شہید ہو گیا، جب لاش لائی گئی تو گولی کا نشان پشت پر نہیں تھا، بلکہ تمام گولیاں سینے پر کھائیں۔

عورت کا عشقِ رسول:

تحریکِ ختمِ نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران جب مولانا تاج محمودؒ جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد میں شمعِ رسالت کے پروانوں کے لئے ایک جمِ غفیر سے قادیانی گروہ اور اس کے کفریہ عقائد و عزائم کے تحفظ اور سرپرستی کے لئے حکومت کی طرف سے کئے گئے اقدامات کے خلاف لوگوں کو سول نافرمانی کی ترغیب دے رہے تھے، مولانا تاج محمود کے دل سے نکلنے والی یہ آواز مسجد کی سیڑھیوں کے پاس کھڑی ایک عورت بھی ہمہ تن گوش ہو کر سن رہی تھی، دفعتاً شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر ساری مسجد میں پھیلے مجمع کو چیرتی ہوئی آگے بڑھی اور اپنی گود کے بچے کو منبر کے قریب جا کر مولانا کی طرف اُچھال دیا اور کہا: مولانا! میرے پاس ایک یہی سرمایہ ہے، اسے سب سے پہلے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وآبرو پر قربان کر دو، یہ کہہ کر عورت الٹے پاؤں باہر کی طرف چل پڑی۔ اس منظر کو دیکھ کر سارا مجمع دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ خود مولانا کی آواز گلوگیر اور رندھی ہوئی تھی، انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اس عورت کو جانے نہ دینا، اسے بلاؤ، چنانچہ اس عورت کو بلایا گیا تو مولانا نے کہا کہ: بی بی! سب سے پہلے گولی تاج محمود کے سینے سے گزرے گی، پھر میرے اس بچے (اپنے قدموں میں بیٹھے چھوٹے سے اپنے اکلوتے بیٹے طارق محمود کی طرف اشارہ کیا) کے سینے سے، پھر اس مجمع کے تمام افراد گولیاں کھائیں گے اور جب سب قربان ہو جائیں، تب اپنے اس

بچے کو لے آنا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی عزت پر قربان کر دینا۔ یہ کہا اور وہ بچہ اس عورت کے حوالے کر دیا۔

موچی کا عشقِ رسول

۱۹۵۳ء کی ختمِ نبوت کی تحریک میں میانوالی سے قافلے لاہور جاتے تھے، ایک قافلے میں میاں فضل احمد موچی بھی جا کر گرفتار ہو گیا، ان کی گرفتاری مارشل لاء کے تحت عمل میں آئی، مارشل لاء عدالت نے ان کو دیکھ کر باقی ساتھیوں کی نسبت کم سزا دی، اس پر وہ بگڑ گئے اور عدالت میں احتجاج کیا کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے، اس سے عدالت نے سمجھا یہ سزا کم کرانا چاہتا ہے۔ عدالت نے پوچھا تو کہا: ''مجھ سے کم عمر لوگوں کو دس دس سال کی سزا دی، میرے ساتھ انصاف کیا جائے اور میری سزا میں اضافہ کیا جائے۔'' اس بوڑھے جرنیل کی ایمانی غیرت پر جج انگشت بدنداں اٹھ کر عدالت سے ملحق دوسرے کمرے میں چلا گیا، میاں فضل احمد موچی نے عدالت میں کپڑا اچھا کر گرفتاری، سزا اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لئے اپنی قربانی کی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کے لئے نوافل پڑھنے شروع کر دیئے۔

اسّی سال کا بوڑھا:

تحریکِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں دہلی دروازے لاہور کے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکلتے رہے، لوگ دیوانہ وار آقائے نامدار کی عزت و ناموس کی حفاظت پر جان قربان کرتے رہے۔ عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہو گئے تو اسّی سال کا بوڑھا اپنے معصوم سات سالہ پوتے کو کندھے پر اُٹھا کر لایا، دادا نے ختمِ نبوت کا نعرہ لگایا، معصوم بچے نے جو دادا سے سبق پڑھا تھا، اسی کے مطابق زندہ باد کہا، دو گولیاں آئیں، اسّی سال کے بوڑھے اور سات سالہ بچے کے سینہ سے شائیں کر کے گزر گئیں، دونوں شہید ہو گئے، مگر تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر گئے کہ اگر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر مشکل وقت آئے تو مسلمانوں کے اسّی سالہ بوڑھے خمیدہ کمر سے لے کر سات سالہ بچے تک سب اپنی جان دے کر اپنے آقا کی عزت و ناموس کی حفاظت کرتے ہیں۔

شاعر اور تحریک ختمِ نبوت:

جناب سیّد امین گیلانیؒ ملک عزیز کے مشہور شاعر تھے، بڑھاپے میں قدم رکھنے کے باوجود آواز جوان اور جذبات گرم تھے، اپنی ایک کتاب ''عجیب وغریب واقعات'' میں اپنی زندگی کا ایک واقعہ رقم کرتے ہیں، پڑھیے اور اپنے بزرگوں کی جرأت و بہادری کا اندازہ لگایئے:

جنرل اعظم کے حکم سے لاہور میں کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے، تحریکِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء اپنے جوبن پر تھی، پولیس مجھے اور میرے بہت سے ساتھیوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر قیدیوں کی بس میں بٹھا کر شیخوپورہ سے لاہور کی طرف روانہ ہو گئی۔ اسیرانِ ختم نبوت بس میں نعرے لگاتے ہوئے جب لاہور کی حدود میں داخل ہوئے، ملٹری نے روک لیا اور سب انسپکٹر کو نیچے اترنے کا حکم دیا، ایک ملٹری آفیسر نے ان سے چابی لے کر بس کا دروازہ کھول دیا اور بڑے رعب وجلال سے گرج کر بولا کہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ نعرے لگانے والوں کو گولی مارنے کا حکم ہے؟ کون نعرے لگاتا ہے؟ اس صورت حال سے سب پر ایک سکوت طاری ہو گیا، معاً میرا ہاشمی خون کھول اٹھا، میں نے تن کر کہا: ''میں لگاتا تھا'' اس نے بندوق میرے سینہ پر تان کر کہا: ''اچھا! اب لگاؤ نعرہ'' میں نے پر جوش نعرہ لگایا، میرا کالی کملی والا! سب نے با آوازِ بلند جواب دیا: زندہ باد۔ اس کی بندوق کی نالی نیچے ڈھلک گئی اور منہ پھیر کر کہا کہ ہاں! وہ تو زندہ باد ہی ہے اور بس سے اتر گیا۔ ایسا معلوم ہوا جنت جھلک دکھلا کر اوجھل ہو گئی، پھر اس نے سب انسپکٹر سے کچھ کہا، اس نے بس کا دروازہ مقفل کر دیا، چند منٹوں بعد ہم بورسٹل جیل لاہور میں تھے۔

صحافت کا بادشاہ اور ختمِ نبوت:

جب ۱۹۷۴ء کی ختمِ نبوت کی تحریک چلی، اس وقت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ملک کے وزیر اعظم تھے، دورانِ تحریک آغا شورش کشمیری اپنے پیارے دوست مولانا تاج محمود کے ساتھ وزیر اعظم ذوالفقار بھٹو سے ملے، اس ملاقات کی روداد چٹان ۲۹/اکتوبر ۱۹۷۹ء میں موجود ہے، جو مسٹر بھٹو کی بیان کردہ ہے۔ اس روداد کی تلخیص یوں ہے:

مسٹر بھٹو کہتے ہیں: ''شورش اپنے دوست مولانا تاج محمود کے ساتھ میرے پاس آئے، شورش نے چار گھنٹے تک مسئلہ ختمِ نبوت اور قادیانیوں کے پاکستان کے بارے میں عقائد و عزائم کے متعلق گفتگو کی۔ دورانِ گفتگو شورش نے عجیب گفتگو کی، شورش نے باتوں کے دوران انتہائی جذباتی ہو کر میرے پاؤں پکڑ لئے۔ شورش جیسے بہادر اور شجاع آدمی کی ایسی حالت دیکھ کر میں لرز اُٹھا، شورش کی عظمت کو دیکھ کر میں نے اسے اٹھا کر سینہ سے لگا لیا، مگر وہ ہاتھ ملا کر پیچھے

(باقی صفحہ 16 پر)

وطنِ عزیز میں سیاست ومعیشت کا بحران

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن مدظلہ، استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

ملک میں سیاست ومعیشت کی حالت خوفناک حد تک بدتر ہوچکی ہے جس کی وجہ سے وطن عزیز عالمی سطح پر بدنام ہورہا ہے اور معیشت کی خرابی سے جہاں ملکوں کی صف میں اس کی ساکھ خاک میں مل رہی ہے وہاں عوام بھی سخت اضطراب اور پریشانی میں ہیں، یہاں کی سیاست تو جمہوری اقدار پر استوار قرار دی جاتی ہے لیکن خودغرض اور مفاد پرست حکمرانوں اور پس پردہ دیگر عناصر نے ملکی سیاست کو مضحکہ خیز تماشہ بنا ڈالا ہے، جمہوری ممالک میں ہر سیاسی پارٹی ملک اور عوام کے وسیع تر مفاد میں منشور بنا کر اس کی روشنی میں قدم اٹھاتی ہے اور اسی سے رفتہ رفتہ وہ ملکی عوام کے دلوں میں اپنا گھر کرلیتی ہے، جبکہ یہاں کھوکھلے نعرے لگانے، لوگوں کو خیالی سبز باغ دکھانے، دوسروں کو بازاری زبان میں چلّا چلّا کر بدنام کرنے، جھوٹی تہمتیں لگانے اور غلیظ زبان بول بول کر اپنے آپ کو عقل کل، افلاطون اور مشکل کشا باور کرانے کا نام سیاست ہے، یہ حرکتیں قرآن وسنت کے واضح احکام کی رو سے بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، یہاں کی سیاست بالعموم کرسی اور ہوس اقتدار کے گرد گھومتی ہے، ہر طرح کی نعمتوں سے مالا مال، ۲۲ کروڑ مسلم آبادی پر مشتمل یہ ملک ایک عرصہ سے مضحکہ خیز حد تک تماشہ بنا ہوا ہے۔ بے شمار قدرتی وسائل اور بہترین جغرافیائی محل وقوع رکھنے والا یہ ملک اپنے قیام سے لے کر اب تک ہر برسر اقتدار آنے والی پارٹی کی لوٹ کھسوٹ سے زخمی زخمی ہے، ریاست کا کاروبار عالمی اداروں سے حرام سود پر بھاری بھرکم قرضے لے کر چلایا جارہا ہے، جبکہ ملکی سطح پر بھی ٹیکسوں کی بھرمار ہے اور عوام کو پھر بھی روشنی، صاف پانی، مناسب علاج اور مناسب تعلیم جیسی بنیادی ضروریات میسر نہیں ہیں، ملک کی دولت سیاست اور افسر شاہی کے نوابوں کی آن بان کی نذر ہورہی ہے، یہ دولت اندرون ملک بھی شان و شوکت پر خرچ ہورہی ہے اور طرح طرح کے شاطرانہ حربوں سے بیرون ملک کے مالیاتی اداروں میں بھی جمع ہے، حرص وہوس کا یہ اژدھا ریاست کے ہر ادارے میں براجمان ملک میں تباہی پھیلا رہا ہے جبکہ عوام کا حال یہ ہے کہ ان کا جائز کام بھی، جو کسی بھی سرکاری ادارے سے متعلق ہو، رشوت کے بغیر نہیں ہوپاتا۔

مناسب لب ولہجے کے ساتھ اور معقول دلائل کی روشنی میں اختلاف رائے کا اظہار اور کسی قومی معاملہ سے متعلق تحفظات کا اظہار کوئی عیب کی بات نہیں ہے، لیکن گالم گلوچ کی زبان، ذاتی کردار کشی اور دشمنی کی حد تک اختلاف رائے وہ مکروہ عادتیں ہیں جو ملک کو باہمی تصادم تک پہنچا دیتی ہیں

سیاسی پارٹیاں جن کے فرائض میں عوام کی تربیت بھی ہے تاکہ معاشرتی اقدار کا تحفظ ہو اور تہذیب وشائستگی کے آداب سے آراستہ حسین معاشرہ وجود میں آئے، ان کے سرکردہ قائدین کی طرف سے جو بے ہودہ اور غلیظ زبان استعمال کی جاتی ہے وہ نوجوان نسل کو آوارہ بنا رہی ہے، مناسب لب ولہجے کے ساتھ اور معقول دلائل کی روشنی میں اختلاف رائے کا اظہار اور کسی قومی معاملہ سے متعلق تحفظات کا اظہار کوئی عیب کی بات نہیں ہے، لیکن گالم گلوچ کی زبان، ذاتی کردارکشی اور دشمنی کی حد تک اختلاف رائے وہ مکروہ عادتیں ہیں جو ملک کو باہمی تصادم تک پہنچا دیتی ہیں جس سے ملکی سلامتی اور آزادی کی نعمت بھی خطرات سے دوچار ہوجاتی ہے۔

عالمی تناظر میں اس طرز عمل کی وجہ سے قوموں کی زندگی میں تباہی وبربادی کی ایسی بہت

سی مثالیں موجود ہیں جو اپنے اندر عبرت کا بڑا سامان رکھتی ہیں، سیاسی قائدین اور کارکنان جو ملک وملت کی بہی خواہی کا دم بھرتے ہیں ان کو تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عوام کے سامنے گفتار وکردار میں مثالی مسلم شخصیت کا عکس ہونا چاہئے ___ قوم اور وطن سے متعلق ناپسندیدہ اقدام کا راستہ روکنا اور عمدہ کام کا راستہ ہموار کرنا تو ہر کلمہ گو مسلمان کا فریضہ ہے، لیکن زبان کو خنجر کی طرح چلانا اور شائستہ ومعقول مدلل گفتگو کے بجائے منہ سے منافرت کے شعلے نکالنا، اخلاقی اور شرعی ہر لحاظ سے، مجرمانہ اور تباہ کن طرزِ عمل ہے جس سے قوموں کو ناقابل تصور نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

موجودہ سیاسی صورتحال کہ تحریک انصاف کی حکومت ختم ہوگئی ہے اور مختلف پارٹیوں پر مشتمل اتحادی حکومت نے حلف اٹھالیا ہے، جس میں بنیادی طور پر اعلیٰ عہدوں پر مسلم لیگ نون اور پاکستان پیپلز پارٹی کے درمیان اتفاق ہوگیا ہے، لیکن اب بھی بہت حساس معاملات ایسے ہیں جن کی موجودگی میں ملک سیاسی بحران کے بھنور میں ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ آنے والا وقت کیسا ہوگا، ملک کی سیاست شروع ہی سے حصول زور وزر کی رسہ کشی کا شکار ہے، قیام پاکستان کا اساسی مقصد پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور سیاست وصحافت کسی بھی فورم سے یہ آواز نہیں اٹھتی کہ وطن عزیز کا قیام اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لئے تھا، یہاں غلبہ دین کے ذریعے امانت ودیانت اور خدمت خلق کی وہ مثالیں قائم کرنا پیش نظر تھا جو خلافت راشدہ کے دورانیہ میں دنیا نے دیکھی تھیں، لیکن برطانوی استعمار کی تعلیم یافتہ، غلامانہ ذہنیت نے یہاں شروع ہی سے ایسے حالات پیدا کئے کہ یہ مقصد وقت کے ساتھ دور ہوتا چلا گیا اور مغرب کی اندھی تقلید میں ہم کچھ بھی حاصل نہیں کرسکے، سیاست اور حکومت کے افلاطون یہ حقیقت کیوں نہیں سمجھتے کہ آن بان اور دولت وشہرت کا دورانیہ پائیدار نہیں ہوتا، اگر سیاسی اور عسکری قیادت معاشرے کو پاکیزہ، خواندہ اور صحت مند بنانے کے لئے درکار کوششیں کرتے تو آج ہر طرف کامیابی کے پھولوں سے ملک کی فضا معطر ہوتی ___ لیکن آج شہر شہر اور بستی بستی ہر طرف طبقاتی منافرت ہے، سیاسی، گروہی، علاقائی اور لسانی اختلافات عروج پر ہیں اور دور دور افق پر روشنی کی کوئی لکیر نظر نہیں آتی، اسی مکروہ طرزِ عمل سے ہم آدھا ملک پہلے ہی گنوا چکے ہیں۔

ہماری سالانہ آمدنی کا بڑا حصہ ملکی منصوبوں پر خرچ ہونے کے بجائے سود کی ادائیگی میں ضائع ہوجاتا ہے

ہماری معیشت تشویشناک حد تک بحران کا شکار ہے، ہم آئے دن روز مرہ کے اخراجات کے لئے بھی ان عالمی سودی اداروں کے در پر کشکول لے کر سودی قرضوں کی بھیک مانگنے کے لئے کھڑے رہتے ہیں جو امریکا کے زیر اثر ہیں، ہماری سالانہ آمدنی کا بڑا حصہ ملکی منصوبوں پر خرچ ہونے کے بجائے سود کی ادائیگی میں ضائع ہوجاتا ہے، ہم بڑے کر وفر سے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم آئی ایم ایف کے پاس نہیں جائیں گے نہ ورلڈ بینک سے رجوع کریں گے، لیکن پھر بھی ناعاقبت اندیشی اور بے شرمی سے ان کے در پر کھڑے دروازہ کھٹ کھٹاتے ہیں ___ موجودہ متحدہ اپوزیشن کو بھی جس طرح کی معیشت ملی ہے اس نے بھی اسی ساہوکار سے سودی قرضے کے لئے قدم اٹھالیا ہے، کفایت شعاری، سادگی اور ایمانداری کی حکیمانہ اور شریفانہ خصلتیں اب حکومت و سیاست کے محلات میں ناپید ہیں، یہاں بدعنوانی، رشوت، خیانت، خرد برد اور آن بان شان کا راج ہے۔

وطن عزیز میں موجود بیش بہا انسانی، قدرتی اور معدنی وسائل کی مدبّرانہ اور مناسب منصوبہ بندی کرکے اپنے آپ کو خودکفیل بنانے کی اگر فکر ہوتی تو آج یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا کہ ملک کو دیوالیہ ہونے کے خطرے سے بچانے اور روز مرہ کے اخراجات کے لئے ہم پھر یہودی ساہوکار کے در پر کھڑے ہیں۔

میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

رب کریم ہمیں صحیح شعور، ملک وملت کا درد اور مدبرانہ، مومنانہ طرزِ عمل اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور قول وفعل کے حرام اور مجرمانہ استعمال کے انجام بد سے ہمیں اپنی خاص عنایت سے، پناہ میں رکھے۔ آمین یارب العالمین۔ ☆☆

سیاسی اخلاقیات کی چند خوشگوار جھلکیاں

حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

ان دنوں سیاسی رسہ کشی نے جو شکل اختیار کی ہوئی ہے وہ بہت پریشان کن ہے کیونکہ ایک دوسرے کے خلاف جو زبان اختیار کی جارہی ہے اور باہمی الزام تراشی اور طعنہ زنی کے ساتھ ساتھ قومی اداروں بالخصوص عدلیہ کے فیصلوں کو جس طرح بے وقار کیا جارہا ہے اور فوج کے خلاف نفرت کی فضا بنانے کی کوشش کی جارہی ہے اس نے سیاسی اخلاقیات کو سوالیہ نشان بنا کر رکھ دیا ہے اور اس خلفشار کو ''نوٹرن پوائنٹ'' کی طرف بڑھتے دیکھ کر بسا اوقات قلبی اضطراب انتہائی حدوں کو چھونے لگتا ہے، اس ماحول میں کچھ واقعاتی جھلکیاں پیش کرنے کو جی چاہتا ہے جو ماضی قریب میں ہی قومی سطح پر ہماری قیادتوں کی اخلاقی اقدار کی طرف توجہ دلاتی ہیں اور یہ احساس دلاتی ہیں کہ ہم کہاں سے کہاں لڑھکتے چلے جارہے ہیں۔

وطن عزیز دولخت ہو چکا تھا، ہماری فوج کا ایک بڑا حصہ انڈیا کی قید میں تھا اور مشرقی پاکستان نے بنگلہ دیش کی صورت اختیار کر لی تھی۔ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی، جمعیت علماء اسلام، مسلم لیگ اور نیشنل عوامی پارٹی کی باہمی سیاسی کشیدگی عروج پر تھی۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو ملک کے حکمران تھے اور خان عبدالولی خان، مولانا مفتی محمود اور میاں ممتاز دولتانہ اپوزیشن کی قیادت کر رہے تھے۔ بھٹو صاحب کو نازک ترین مسائل پر بھارتی وزیراعظم مسز اندرا گاندھی سے مذاکرات کے لئے انڈیا جانا تھا اور سیاسی ماحول میں اس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ان مذاکرات میں ملک کی اپوزیشن بھی ان کی پشت پر کھڑی دکھائی دے۔ مولانا مفتی محمودؒ نے جمعیت علماء اسلام کے ایک اجلاس میں بتایا کہ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ بھارت کے ساتھ مذاکرات کے لئے بھٹو صاحب کو ہمارے اعتماد کی ضرورت ہے چنانچہ ہم نے قومی اسمبلی میں بھٹو صاحب پر اعتماد کی قرارداد منظور کر کے اس ضرورت کو پورا کیا اور بھٹو صاحب نے پورے اعتماد کے ساتھ بھارتی وزیراعظم سے مذاکرات کیے جن کے نتیجے میں شملہ معاہدہ وجود میں آیا۔

اسی دوران جمعیت علماء اسلام پاکستان دو حصوں میں بٹ گئی اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے مولانا مفتی محمودؒ کی بعض پالیسیوں سے اختلاف کرتے ہوئے ''ہزاروی گروپ'' کے نام سے جمعیت علماء اسلام کی تشکیل نو کر لی جس سے مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ جماعتی پالیسیوں اور گروہ بندی میں آمنے سامنے آگئے۔ اسی تسلسل میں ۱۹۷۷ء کی ''تحریک نظامِ مصطفٰی'' کے دوران جبکہ مولانا مفتی محمودؒ نو سیاسی جماعتوں کے مشترکہ فورم ''پاکستان قومی اتحاد'' کے سربراہ کے طور پر تحریک کی قیادت کر رہے تھے کہ مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا ایک تند و تیز بیان مفتی صاحبؒ کے خلاف اخبارات کی زینت بنا، میں ان دنوں جمعیت علماء اسلام کا مرکزی سیکرٹری اطلاعات اور پاکستان قومی اتحاد پنجاب کا صوبائی سیکرٹری جنرل تھا، ہم کچھ دوست جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ روزنامہ نوائے وقت کے رپورٹر اکرام الحق شیخ ان سے ملنے کے لئے آئے اور مولانا ہزارویؒ کے اس بیان کے بارے میں سوال کیا۔ مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ مولانا کی رائے ہے جو انہوں نے بیان کی ہے۔ شیخ صاحب نے کہا کہ انہوں نے آپ کے بارے میں بھی کچھ کہا ہے؟ مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ وہ بھی ان کی رائے ہے۔ اکرام الحق نے ایک دوبار پھر سوال دہرایا تو مفتی صاحبؒ نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ ''اکرام! جو تم کہلوانا چاہتے ہو وہ میں نہیں کہوں گا، وہ ہمارے بزرگ ہیں۔''

دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں شرکت کے لئے پاکستان سے جانے والے علماء کرام کے بھرپور وفد کی قیادت مولانا مفتی محمودؒ کر رہے تھے اور اس میں والد گرامی حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور عم مکرم حضرت مولانا مفتی

عبدالحمید سواتیؒ کے ساتھ میں بھی شامل تھا۔ یہ وہ دور تھا جب ملک میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم اور مولانا مفتی محمودؒ کے درمیان سیاسی مخاصمت عروج پر تھی، پبلک جلسوں میں مفتی صاحبؒ کی تند و تیز فقروں پر بسا اوقات ہم بھی دھیمے لہجے میں مفتی صاحب سے کچھ عرض کر دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ رابطہ عالم اسلامی کے سیکریٹری جنرل الشیخ محمد علی الحرکان مرحوم بھی تشریف لا کر ان دونوں کے درمیان کشیدگی کو کم کرانے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ بظاہر کشیدگی کی سطح کم کرانے کی کوئی شکل نظر نہیں آ رہی تھی اور مفتی صاحبؒ جنرل محمد ضیاء الحق کے خلاف تمام سیاسی جماعتوں کا متحدہ محاذ بنانے کے لئے سرگرم عمل ہو گئے تھے۔

اس فضا میں مولانا مفتی محمودؒ دہلی گئے تو بھارتی وزیراعظم اندرا گاندھی سے ان کی ملاقات ہوئی جس کے بعد بھارتی صحافیوں نے ملاقات میں مفتی صاحبؒ سے پاکستان کی سیاسی صورتحال کے بارے میں سوالات شروع کر دیا۔ بالخصوص جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے ساتھ ان کے سیاسی اختلاف کی شدت کے بارے میں سوالات ہوئے، مفتی صاحبؒ پہلے تو طرح دیتے رہے مگر جب بار بار سوال ہوا تو مفتی صاحبؒ نے دوٹوک لہجے میں یہ فرما کر سوالات کو روک دیا کہ ضیاء الحق کے ساتھ میرا اختلاف ملک کی سرحدوں کے اندر ہے اور یہاں میں پاکستان کا نمائندہ ہوں اس لئے اس حوالہ سے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ جبکہ اسی ماحول میں مولانا مفتی محمودؒ کا انتقال ہو گیا تو جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ڈیرہ اسماعیل خان جا کر جنازہ میں ذاتی طور پر شرکت کی اور مفتی صاحبؒ کو شاندار الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا۔

تحدیثِ نعمت کے طور پر یہاں ذکر کرنا چاہوں گا کہ ہم نے بحمداللہ! اس ماحول میں سیاسی تربیت پائی ہے اور صد شکر کہ یہ روایات ان کے بعد بھی ہمارے ماحول میں قائم و موجود ہیں جن کے بعض واقعات میں اپنے کالموں میں ذکر کر چکا ہوں کہ مولانا مفتی محمودؒ کی وفات پر بھی جمعیت علماء اسلام پاکستان (۱) درخواستی گروپ اور (۲) فضل الرحمٰن گروپ کے نام سے دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی تھی اور ہمارے درمیان بیان بازی اور ایک دوسرے کی مخالفت انتہا کو پہنچی تھی مگر یہ اللہ تعالیٰ کا کرم اور بزرگوں کی صحبت و تربیت کا اثر تھا کہ اخلاقیات کا دامن ہمیشہ ہاتھ میں رہا ہے اور کسی اختلاف کو ذاتی مخاصمت اور دشمنی کا رنگ اختیار کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔ باہمی ملاقاتیں بھی ہوتی تھیں، گپ شپ بھی ہوتی تھی، نوک جھونک بھی ہوتی تھی اور سیاسی میدان میں باہمی محاذ آرائی بھی تھی۔

اس لئے آج کی سیاسی مخاصمت اور اس کے اظہار میں شدت، سنگینی اور اخلاقیات سے عاری لب و لہجہ دیکھنے میں آتا ہے تو الجھن ہونے لگتی ہے اور دل افسردہ ہو جاتا ہے۔ گزشتہ روز ایک محفل میں اس صورت حال کا تذکرہ ہوا تو میں نے عرض کیا کہ الزام تو ہم مذہبی حلقوں پر تھا کہ ان میں قوتِ برداشت کم ہوتی ہے اور یہ دوسروں کو اختلاف کا حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور کسی مخالف کے لئے کفر سے کم کا فتویٰ ان کے پاس نہیں ہوتا۔ مگر عملی صورت حال یہ ہے کہ مذہبی قیادتیں تو آج بھی قومی اور ملی مفاد میں اکٹھے بیٹھنے کا اہتمام کر لیتی ہیں اور مشترکہ موقف طے کر لیتی ہیں۔ یہ سیاسی حلقوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے کی بات سننے کے روادار بھی نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔ (روزنامہ اوصاف اسلام آباد، ۲ مئی ۲۰۲۲ء)

قائمہ کمیٹی، مسجد نبوی واقعہ کے خلاف ایف آئی آرز کے اعداد و شمار طلب

کمیٹی دفتر خارجہ کے ذریعے پاکستانی مشن سے ملوث افراد سے متعلق معلومات حاصل کرے: وزارت داخلہ

اسلام آباد (خبرنگار) سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق نے مسجد نبوی میں پاکستانی حکام کے خلاف نعرے بازی پر درج ایف آئی آرز کا نوٹس لے لیا۔ وزارت داخلہ کے حکام نے کمیٹی کو بتایا کہ ملک بھر میں اس بارے میں درج ہونے والی ایف آئی آرز کے اعداد و شمار کے بارے میں معلومات اکٹھی کی جا رہی ہیں۔ وزارت داخلہ نے تجویز پیش کی کہ کمیٹی دفتر خارجہ کے ذریعے پاکستانی مشن سے سعودی عرب میں پیش آنے والے واقعہ میں ملوث افراد اور مقدمات کے حوالے سے معلومات حاصل کرے۔ چیئرمین کمیٹی نے درج ہونے والی ایف آئی آرز کے اعداد و شمار طلب کرتے ہوئے اجلاس ۱۶ مئی تک موخر کر دیا۔ سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے انسانی حقوق کا اجلاس سینیٹر ولید اقبال کی زیرصدارت پارلیمنٹ ہاؤس میں ہوا۔ ایڈیشنل آئی جی آپریشنز نے کمیٹی کو بتایا کہ اس حوالے سے دو ایف آئی آرز درج کی گئی ہیں ایک اٹک اور دوسری فیصل آباد میں جبکہ متعدد درخواستیں بھی موصول ہوئی ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ جنگ کراچی، ۱۰ مئی ۲۰۲۲ء)

حج کے فضائل و آداب

’’حج‘‘ اسلام کا بنیادی رکن اور ایک مقدس فریضہ ہے، ادائیگی سے قبل اس کے آداب اور سفرِ حج سے متعلق امور اور مسائل سے واقفیت ضروری ہے

حضرت مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے پانچواں رکن ہے جو ہر صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔اس عبادت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب ۹ ہجری میں حج کی فرضیت کا اعلان ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفہ اوّل سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو’’امیر حج‘‘ بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حج کے لئے روانہ فرمایا اور ۱۰ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا تو عمومی طور پر اعلان فرمایا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حج کی سعادت حاصل کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرحلہ پر ایک ایک رکن کو تعلیم کے انداز میں سکھایا۔ایک ایک فرد کے سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے اور بار بار اس تاکید کرتے رہے کہ مجھ سے مناسک حج اچھے انداز میں سیکھ لو،پتہ نہیں کہ اگلے سال میں تم میں موجود ہوں کہ نہ ہوں۔اس حج کے موقع پر تکمیل دین کی آیات کے نزول کا اللہ تعالیٰ نے اعلان فرما کر’’عقیدۂ ختم نبوت‘‘ کی توثیق فرمادی۔اس عبادت کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کی اہمیت کو اجاگر کیا جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں احادیث میں اس کی فضیلت اور حج کے انعامات کا تذکرہ کیا۔ عبادت حج کی اہمیت کے پیش نظر جب تک اس کی فضیلت دلوں میں راسخ نہیں ہوگی اس وقت تک اس کی ادائیگی کے اہتمام کی فکر نہیں ہوگی اس لئے عام طور پر سب سے پہلے اس کی فضیلت اور اہمیت واضح کی جاتی ہے۔

بیت اللہ شریف ایک روایت کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا اور اس کی دیواریں وغیرہ قائم فرمادیں تو اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کو آسمانوں سے اتار کر اس پر رکھ دیا۔ایک روایت کے مطابق اس کی تعمیر فرشتوں نے کی۔ ایک روایت کے مطابق زمین کا آغاز بیت اللہ سے کیا گیا۔اس جگہ ایک بلبلہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی شکل میں پھیلا دیا۔حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں طوفان نوح کی بنا پر بیت اللہ شریف کو اٹھا لیا گیا۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے بیابان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہنچا کر واپس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ کی بے تابی کے بدلے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم مبارک کی رگڑ سے آب زم زم کا چشمہ جاری فرمایا اور اس چشمہ کی وجہ سے اس جگہ کچھ آباد ہوگئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اپنے بال بچوں کی خبر لو۔ اپنے رب کے حکم سے جب آپؑ مکہ کی بیابان وادی میں پہنچے تو وہاں پر دنیا ہی بدلی ہوئی تھی۔ آپؑ نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔اس موقع پر حضرت جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور بیت اللہ شریف کی ۳۰ گز لمبی اور ۲۳ گز چوڑی جگہ کی نشاندہی کرکے اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا کہ اس جگہ ۹ گز اونچی چار دیواری بنادی جائے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم خداوندی کے مطابق تعمیر شروع کی۔اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی عمر کے سوویں (۱۰۰) سال میں تھے جبکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیس سال تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام گارا بناتے اور پتھر اٹھا کر دیتے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معمار کی طرح تعمیر فرماتے۔آپؑ جس پتھر پر کھڑے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پتھر اوپر نیچے ہوجاتا اور اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات نقش ہوئے جس کو آج بھی مقام ابراہیم پر نصب کیا ہوا ہے۔تعمیر کی تکمیل پر حضرت جبریل علیہ السلام نے جنت سے لایا ہوا پتھر’’حجر اسود‘‘ دیا جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے طواف کے آغاز کی نشانی کے طور پر نصب کردیا۔ قرآن کریم نے اس واقعہ کی تفصیل سورۂ بقرہ میں اس طرح ذکر کی ہے:

"اور یہ کہے جا رہے تھے: اے ہمارے رب! ہماری یہ خدمت قبول فرمالیجئے بے شک آپ خوب سننے والے ہیں (دعاؤں کے) اور خوب جاننے والے ہیں۔" (سورۂ بقرہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان آیات کے ذریعہ بیت اللہ شریف کی عظمت واضح کی ہے:

"یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں (کی عبادت) کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو مکہ میں ہے (کعبہ شریف) برکت والا مکان ہے اور تمام لوگوں کے لئے ہدایت کی چیز ہے۔" (سورۂ آل عمران)

بیت اللہ کی تعمیر کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اعلان حج کریں۔ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

"لوگوں میں حج (فرض ہونے کا) اعلان کردو۔ (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس (یعنی اس عمارت کے پاس حج کے لئے) چلے آئیں گے پاؤں چل کر بھی (پیدل) اور ایسی اونٹنیوں پر (سوار ہو کر) بھی جو دور دراز راستوں سے چل کر آئی ہوں (اور سفر کی وجہ سے) دبلی ہوگئی ہوں تاکہ یہ آنے والے اپنے منافع حاصل کریں۔" (سورۂ حج)

اس اعلان حج کے بعد بیت اللہ شریف کی عمارت کے اردگرد حج کا آغاز ہوا۔ اس سے قبل انبیائے کرام علیہم السلام صرف اس جگہ ارکان حج ادا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نوجوانی کے زمانہ کی تعمیر سے قبل تین مرتبہ قبیلہ عمالعہ اور قبیلہ جرہم اور قبیلہ قصی نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف جب پچیس سال اور ایک روایت کے مطابق پینتیس برس تھی تو کفار قریش نے مشترکہ طور پر طے کیا کہ بیت اللہ شریف کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ اس سلسلہ میں حلال رقم جمع کی گئی اور تعمیر کا آغاز کردیا گیا۔ قریش کے نوجوانوں کی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعمیر میں حصہ لیا اور آپ بڑے بڑے پتھر کاندھے پر اٹھا کر لاتے اور کعبہ کی تعمیر کرنے والوں کے حوالے کرتے۔ بہت محبت و اتفاق سے تعمیر جاری تھی کہ حجر اسود کی تنصیب پر جھگڑے کا آغاز ہوگیا۔ ہر قبیلہ خواہش مند تھا کہ یہ سعادت اس کے حصے میں آئے۔ اس جھگڑے نے اتنا طول کھینچا کہ تعمیر کعبہ کے مبارک کام کو چھوڑ کر تلواریں نیاموں سے نکال کر لڑائی کا آغاز کیا جانے لگا۔ اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانش مندانہ فیصلے نے اس خونریز لڑائی کا خطرہ ٹال دیا۔ آپ نے ایک چادر بچھا کر اس کے درمیان میں حجر اسود کو رکھا اور ہر قبیلے کے سردار کو فرمایا کہ وہ چادر کا کنارہ پکڑ لیں۔ اس طرح تمام سردار اس کام میں شریک ہوگئے۔ حجر اسود کی تنصیب کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے فرمایا کہ آپ سب لوگ مجھے اپنا وکیل بنا دیں تاکہ آپ کی طرف سے میں حجر اسود نصب کروں۔ اس طرح آپ کی وکالت سے تمام قبائل حجر اسود کی تنصیب میں شریک ہوئے اور بہت بڑی لڑائی ٹل گئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت اور حج کی فرضیت تک صورتحال یہ تھی کہ بیت اللہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت گاڑے ہوئے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے بتوں کی اپنی مرضی کے مطابق عبادت کرتا تھا۔ خود ساختہ حج کی رسومات بنائی ہوئی تھیں۔ توحید کے مرکز کو بتکدہ میں تبدیل کیا ہوا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کیا تو اپنے اور بیگانے سب آپ کے دشمن ہوگئے اور آخر کار آپ کو مدینہ منورہ ہجرت پر مجبور کردیا گیا۔ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا اور آپ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیت اللہ کا حق ادا کرتے ہوئے عبادت کا وہ والہانہ منظر پیش کیا کہ "ہندہ" جیسی اسلام دشمن اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ اذیتیں دینے والی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی اور اس نے اسلام قبول کرلیا۔

۸ ہجری میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں پہلا فریضہ حج صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ادا کیا۔ ۹ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حج کا فریضہ ادا کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تمام مناسک حج کی تعلیم دی اور ایک ایک مرحلہ کی فضیلت و اہمیت سے آگاہ کیا اور ان احکامات حج کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ نے دین کی تکمیل کا اعلان فرما کر قیامت تک کے لئے کفر اور تحریف و تبدیلی کا راستہ روک دیا۔ قرآن کریم میں حج کی اہمیت کا تذکرہ اور اس کے اوقات کی تعیین اس طرح کی گئی:

"حج (کا زمانہ) کے چند مہینے ہیں جو (مشہور) معلوم ہیں (یکم شوال سے دس ذی

الحجہ تک) پس جو شخص ان ایام میں اپنے اوپر حج مقرر کرلے (حج کا احرام باندھے) تو پھر نہ کوئی فحش بات جائز ہے اور نہ حکم عدولی درست ہے اور نہ کسی قسم کا جھگڑا زیبا ہے (بلکہ اس کو چاہئے کہ ہر وقت نیک کام میں لگا رہے) اور جو نیک کام کرو گے حق تعالیٰ شانہ اس کو جانتے ہیں (اس لئے ان نیکیوں کا بدلہ بہت عطا فرمائیں گے)۔‘‘

نبی آخرالزمان، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل احادیث میں حج کے فضائل اس انداز میں ذکر فرمائے ہیں:

’’حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ کوئی فحش بات ہو اور نہ فسق ہو (حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس آتا ہے (گناہوں سے پاک ہوکر) جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔‘‘ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث میں پہلی شرط اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے حج کرنا ہے یعنی کوئی اور نیت نہ ہو۔ اس کی تشریح دوسری حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ قیامت کے قریب میری امت کے امیر لوگ تو حج محض سیر و تفریح کے ارادہ سے کریں گے۔ امت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا۔ علماء ریا اور شہرت کی وجہ سے حج کریں گے اور غرباء بھیک مانگنے کے لئے حج کے لئے جائیں گے۔ ایک حدیث میں سلاطین اور بادشاہ کے بارے میں آیا ہے کہ وہ سیر و تفریح کے لئے حج کریں گے۔ (کنز العمال)

ایک حدیث میں ہے کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صفا اور مروہ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک جماعت آئی اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ عراق سے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ یہاں کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ حج کے لئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ کوئی اور غرض تو نہ تھی؟ انہوں نے عرض کیا کہ کوئی اور غرض نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ از سرنو اعمال کرو، تمہارے پچھلے سارے گناہ معاف ہو چکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ (مشکوٰۃ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ دنیا کے قریب ہوتے ہیں اور فخر کے طور پر فرماتے ہیں یہ بندے کیا چاہتے ہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

اس حدیث کی تشریح ایک اور حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے ہیں:

’’جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ آسمان دنیا پر تشریف لاکر فرشتوں سے فرماتے ہیں: ’’میرے بندوں کو دیکھو کہ میرے پاس اس حالت میں آئے کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں، بدن اور کپڑوں پر سفر کی وجہ سے غبار پڑا ہوا ہے۔ لبیک اللّٰھم لبیک کے ترانے بلند کررہے ہیں، دور دراز سے چل کر آئے ہیں، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف کر دیئے۔‘‘ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں گناہ کی طرف منسوب ہے، فلاں شخص دوسرے گناہ کی طرف۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’میں نے ان سب کی مغفرت فرمادی۔‘‘ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس دن سے زیادہ کسی دن بھی لوگ جہنم کی آگ سے آزاد نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ’’اگر تمہارے گناہ ریت کے ذرّوں کے برابر ہوں اور آسمان کی بارش کے قطروں کے برابر ہوں اور تمام دنیا کے درختوں کے برابر بھی ہوں تب بھی بخش دیئے گئے۔ بخشے بخشائے اپنے گھر چلے جاؤ۔‘‘ (کنز العمال)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ بدر کا دن تو مستثنیٰ ہے، اس کو چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں جس میں شیطان بہت ذلیل ہو رہا ہو، بہت راندہ پھر رہا ہو، بہت حقیر ہو رہا ہو، بہت زیادہ غصہ میں بھر رہا ہو اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ عرفہ کے دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نازل ہونا، بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

ابن شماسہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ ان کا آخری وقت تھا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس وقت بہت دیر تک روتے رہے۔ اس کے بعد اپنے اسلام لانے کا قصہ بیان فرمایا اور فرمانے لگے کہ: ’’جب اللہ جل شانہ نے میرے

دل میں اسلام لانے کا جذبہ پیدا فرمایا تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بیعت کے لئے دست مبارک عطا فرمائیے، میں مسلمان ہوتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنا دست مبارک آگے فرمایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اللہ جل شانہ میرے پچھلے گناہ معاف کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’عمرو! تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ اسلام ان سب گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو کفر کی حالت میں کئے گئے تھے اور ہجرت ان سب لغزشوں کو ختم کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے کی ہوں اور حج ان سب قصوروں کا خاتمہ کر دیتا ہے جو حج سے پہلے کئے ہوں۔‘‘ (مسلم)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی لبیک کہتا ہے تو اس کے ساتھ دائیں اور بائیں جو پتھر، درخت، ڈھیلے وغیرہ ہوتے ہیں وہ بھی لبیک کہتے ہیں اور اس طرح زمین کی انتہا تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص بہت بڑا گناہ گار ہے جو عرفات کے میدان میں بھی یہ سمجھے کہ میری مغفرت نہیں ہوئی۔ (اتحاف)

یہ تو چند احادیث نمونے کے طور پر ذکر کی گئی ہیں ورنہ اتنی کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں کہ اگر سب کا احاطہ کیا جائے تو صفحات کے صفحات بھر جائیں۔ ان تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ عرفات کے میدان میں صرف حاجی ہی کی مغفرت نہیں ہوتی بلکہ وہ جس کے لئے دعا کرتا ہے اس کی بھی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیتے ہیں۔

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں مسلمانوں کو حکم دیا کہ جب تک حاجی گھر نہ پہنچ جائے تم اس سے ملاقات کر کے اپنے لئے دعا کراؤ کیونکہ وہ پاک وصاف ہو کر آیا ہے، اس کی دعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیت اللہ تشریف لے جارہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ اے عمر! ہمیں اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا۔ شرط صرف اتنی ہے کہ نیت خالص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی ہو اور ارکان حج سنت کے مطابق ادا کئے جائیں اور اس میں گناہوں کی آمیزش نہ ہو۔

بہت ہی خوش نصیب اور سعادت مند ہیں وہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ حج کی سعادت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یکم شوال المکرّم سے حج کے موسم کا آغاز ہو چکا ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر کے لاکھوں عازمین حج، حج کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے ہیں۔ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں حج پر جانے کی تڑپ پیدا ہو رہی ہے۔ ہر مسلمان آرزو مند ہے کہ اس سال کے خوش نصیب حجاج کرام کی فہرست میں اس کا نام داخل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ عشاق کبھی رات کے آخر پہر اور کبھی دن کے اوقات میں دل میں لبیک کی صدا بلند کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا گو

بقیہ: ......ختم نبوت... ہر کلمہ گو کی میراث

ہٹ گیا اور کہنے لگا: بھٹو صاحب! ہم جیسی ذلیل قوم کسی ملک نے پیدا نہیں کی ہوگی، ہم اپنے نبی کے تخت وتاجِ ختم نبوت کی حفاظت نہ کر سکے۔ پھر شورش نے روتے ہوئے میرے سامنے جھولی پھیلا کر کہا: بھٹو صاحب! میں آپ سے اپنے اور آپ کے ختم المرسلین کی بھیک مانگتا ہوں۔ آپ میری زندگی کی تمام خدمات اور نیکیاں لے لیں، میں خدا کے حضور خالی ہاتھ چلا جاؤں گا، خدا کے لئے خدا کے محبوب رسول کی ختمِ نبوت کی حفاظت کر دیجیے، اسے میری جھولی نہ سمجھئے، بلکہ اسے فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی سمجھ لیجیے، اس سے زیادہ مجھ میں کچھ سننے کی تاب نہ تھی، میرے بدن میں ایک جھرجھری سی آ گئی۔ میں نے شورش سے وعدہ کر لیا کہ میں قادیانی مسئلہ ضرور بالضرور حل کروں گا۔

ذوالفقار علی بھٹوؒ:

تحریکِ ختم نبوت کی کامیابی میں وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹوؒ کا کردار بھی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے پر دستخط کرتے ہوئے بھٹوؒ نے یہ تاریخی الفاظ کہے تھے کہ: موت کے پروانے پر دستخط کر رہا ہوں، تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے تحفظ کے لئے جان کی قربانی بڑی سعادت ہوگی۔ کرنل رفیع الدین نے اپنی کتاب ’’بھٹو کے آخری ۳۱۳ دن‘‘ میں لکھا ہے کہ: بھٹو مرحوم نے کہا کہ ختم نبوت کا مسئلہ حل کرانا میری نجات کے لئے کافی ہے اور پھانسی کے ایک روز قبل بھٹوؒ نے کہا کہ: ’’کرنل رفیع! قادیانی آج تو بہت خوش ہوں گے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت (کافر) قرار دلوانے والا حکمران پھانسی لگ گیا۔‘‘

اللہ رب العزت ہم سب کو مرتے دم تک ختمِ نبوت کی پہرہ داری اور چوکیداری کے لئے قبول فرمائیں۔ ☆☆

ہیں کہ ان کی لبیک کو شرف قبولیت بخش دیا جائے اور ان کے لئے بیت اللہ کا دروازہ کھول دیا جائے۔ چودہ سو سال میں کتنے کروڑوں افراد اس سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور کتنے آرزو اور حسرتوں کے ساتھ اجر و ثواب کی گٹھڑی سمیٹے خدا کے دربار میں پہنچ گئے۔ پاکستان میں حج کے لئے جانے والے سعادت مند حکومت کے ذریعہ سفر حج کے انتظامات کے پابند ہوتے ہیں جبکہ دوسرے ممالک کے مسلمان وہاں کی حکومت کے قوانین کے تحت سفری انتظامات کرتے ہیں۔

پاکستان کے خوش نصیب عازمین حج کا نام قرعہ اندازی کے ذریعہ منظور کیا گیا ہے اور ان کے سفری انتظامات حکومت پاکستان کررہی ہے۔ ان کی فلائٹوں کا تعین کر کے ان کے گھروں کے پتوں پر اطلاعی خطوط ارسال کردیئے جائیں گے جس کے مطابق فلائٹ سے دو دن قبل ان کو اپنے اپنے شہروں کے یا علاقوں کے قریبی ’’بیت الحجاج‘‘ پہنچ کر اپنے پاسپورٹ‘ ٹکٹ اور کرنسی وغیرہ حاصل کرنی ہوگی جبکہ طبی ٹیکے ان کو وقت مقررہ کے اندر اندر اپنے علاقوں یا بیت الحجاج سے لگوانے ہوں گے۔ جن کو ابھی تک اطلاعی خطوط نہیں پہنچے ہوں وہ فوری طور پر وزارت مذہبی امور یا بیت الحجاج سے رابطہ قائم کریں۔ وزارت مذہبی امور اور مختلف حج گروپ اور مسلم تنظیموں نے حج کے لئے تربیتی پروگراموں کا آغاز کردیا ہے۔ اس میں شرکت کر کے ارکان حج کی اچھی طرح تربیت حاصل کرلیں۔ حج کی روانگی سے قبل ان باتوں کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ تجربہ کار حضرات سے معلوم کر کے سفر کے لئے کم سے کم ضروری سامان کا انتظام کریں۔ زیادہ سامان سفر میں مشکلات کا باعث ہوگا۔

شریعت نے ہر عبادت کے آداب مقرر کئے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے:

’’جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار ہوتا ہے اور جو سنت میں سستی کرتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے اور جو فرائض میں غفلت برتتا ہے وہ معرفت سے محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔‘‘

اس لئے حج کی فرضیت کے فوراً بعد حج کی ادائیگی میں تاخیر کرنا کسی طور پر مناسب نہیں۔ حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ تمام عازمین حج سفر کے طریقہ کار کے سلسلے میں سنت کے مطابق استخارہ کریں اور استخارے کے مطابق سفر کا نظم ترتیب دے لیں۔ حج کے مسائل کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں۔ تلبیہ اور دیگر دعائیں جو ضروری ہیں ان کو یاد کرلیں۔ ایسے ساتھی تلاش کریں جو حج کے سفر میں زیادہ سے زیادہ عبادات کے لئے معاون ہوں۔ علماء کے ساتھ اگر سفر ہو تو حج کے مسائل کے سلسلے میں رہنمائی ملتی رہے گی۔ سفر حج میں اس کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے کہ مال حلال ہو۔ حرام رقم سے عبادت حج کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ سابقہ گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ ایسے تمام افراد سے جن کے حقوق تلف ہوگئے ہوں یا کسی قسم کی ناراضگی ہوگئی ہو حقوق معاف کرالیں یا ادا کردیں۔ خاص طور پر عزیز و اقارب کے ساتھ معافی تلافی کروالیں۔ کسی کا قرضہ وغیرہ دینا ہو تو ادا کردیں یا حج کے بعد کی مہلت لے لیں۔ گھر میں اخراجات دینے کے ساتھ اپنے سفر کے لئے اتنی رقم رکھ لیں کہ وہاں پر کسی سے مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔ سفر سے قبل دو رکعت نماز ادا کر کے گھر سے نکلے۔ گھر سے نکلتے وقت مسنون دعائیں پڑھے اور راستے میں مسنون دعاؤں کا اہتمام رکھے۔ سفر کے آغاز پر اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو امیر مقرر کرلے اور اس کی ہدایات کی روشنی میں سفر کا انتظام کیا جائے۔ سواریوں سے اترنے اور چڑھنے وغیرہ کی دعاؤں کا بھی اہتمام کرلیا جائے۔ نماز باجماعت کا اہتمام ابھی سے شروع کردیا جائے۔ سنتوں کے اہتمام کے ساتھ ہر اس گناہ اور معصیت کو چھوڑنے کا عزم کرے، جس کی وجہ سے حج کی برکات سے محرومی کا اندیشہ ہو۔☆☆

منبع جود وسخا

ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو اس سخاوت کا ٹھکانا نہیں رہتا تھا، گویا کہ سخاوت کی پُر لطف ہوائیں چل رہی ہوں، کبھی آپ نے کسی سائل کو نہیں کہہ کر محروم نہیں فرمایا۔ (مسلم:۲/۲۵۳) بعض مرتبہ اگر آپ کے پاس دینے کو نہ ہوا تو قرض لے کر سائل کی ضرورت پوری فرمائی۔ (مکارم الاخلاق:۲۵۴) متعدد مرتبہ ایسے واقعات پیش آئے کہ بعض دیہاتیوں نے آپ کی چادر پکڑ کر کھینچ لی اور آپ سے امداد کا مطالبہ کیا، آپ نے اس نامناسب طرزِ عمل کے باوجود انہیں اپنی عطا سے محروم نہیں کیا، بلکہ ان کے مطالبہ کو پورا فرمایا۔ (مکارم الاخلاق:۲۴۸)

مولانا سلمان منصور پوری

عیسائی پادریوں سے چند سوالات

دوسری قسط

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

عیسائی پادریوں سے پہلا سوال:

قرآن عظیم کے محفوظ ومصون ہونے پر یہ پُرمغز اور جامع عالی شان کلام سب کے سامنے ہے، اس کے مقابلے میں مسلمان عیسائی پادریوں اوران کے پوپوں سے یہ سوال کرتے ہیں کہ:

وہ یہ بتائیں کہ ان کی وہ انجیل کہاں ہے جو آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سریانی زبان میں اتری تھی، دنیا میں اس کا کہیں پر ایک نسخہ بھی اپنی اصلی زبان میں مل جائے تو ہم کہہ دیں گے کہ عیسائیوں کے پاس کوئی مذہب ہے اوراس مذہب کی کوئی بنیاد ہے، یہ لوگ اپنے مستشرقین کو بلائیں، اپنے پوپوں اور لاٹ پادریوں کو جمع کریں اور ہمیں بتائیں کہ ان کی آسمانی کتاب انجیل اپنی اصلی زبان میں ان کے کسی مذہبی پیشوا کے پاس ہے؟ عیسائیوں کو یاد رکھنا چاہئے اور اس حقیقت کو تسلیم کرلینا چاہئے کہ جب انہوں نے خود اپنی کتاب میں تحریف کرکے اس کو خراب کردیا تب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو انسانوں کی ہدایت ورحمت کے لئے نازل فرمایا، عیسائیوں کے پاس جو چار انجیل ہیں وہ انجیل مرقس، انجیل متی، انجیل لوقا اورانجیل یوحنا ہے۔

یہ آسمان سے نازل شدہ اللہ تعالیٰ کی کتاب انجیل نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملفوظات کو جمع کیا ہے اورانہوں نے کچھ وضاحتوں کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کا تذکرہ کیا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد عیسائی پادریوں نے وقت کے حکمرانوں کے دباؤ میں آکر ان اناجیل میں بھی بہت ردوبدل کیا جب ان کتابوں کے پرخچے اڑ گئے تب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل فرمایا، جس نے عیسائی مذہب کو کالعدم قرار دیا، اس کے ساتھ ہی عیسائی مذہب کی تاریخ ختم ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کے تمام انسانوں کو مذہب اسلام عطا فرمایا، اب جو لوگ عیسائی مذہب کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک معالج ڈاکٹر نے بیماروں کے لئے ایک دوا مقرر کی تھی اوراس کی صلاحیت کی ایک مدت مقرر کی تھی، اس مدت کے ختم ہونے کے بعد وہ دوائی زہر بن گئی ہے اوراس کو ڈیٹ ایکسپائر دوائی کہتے ہیں جو فائدہ کے بجائے نقصان ہی نقصان کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہود نے جب منسوخ دین پر عمل کیا تو وہ ضرر پہنچانے میں عیسائیوں کے لئے باعث ضرر ثابت ہوگئے اور عیسائیوں نے جب اپنے منسوخ دین پر عمل شروع کیا تو وہ مسلمانوں کے لئے باعث ضرر ثابت ہوئے۔

اب اسلام کے لئے یہود ونصاریٰ دونوں زہر قاتل ہیں، ان کے وجود اوران کی حرکات و سکنات سے اسلام اور مسلمانوں کو سوائے بغض و حسد اور سوائے نفرت وعداوت اور کچھ بھی نہیں مل سکتا ہے، میں انجیل برناباس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی عیسائیوں کے سامنے رکھتا ہوں جس سے میری ان باتوں کی تصدیق ہو جائے گی کہ اس وقت انجیل خراب ہوچکی ہے، اس کا کوئی اصلی نسخہ دنیا میں موجود نہیں ہے۔ انجیل کی خرابی کے بعد ہی قرآن کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

انجیل سے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیاں:

ا:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’اور تم لوگ اس بات پر گواہ رہو کہ میں کیونکر ان شریروں کو بُرا سمجھتا ہوں جو میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد میری انجیل کے حق کو شیطان کے کام سے باطل کردیں گے مگر میں خاتمہ دنیا سے کچھ پہلے واپس آؤں گا۔‘‘

(آیت:۱۳،۱۴، انجیل برناباس، ص:۱۹۴)

۲:... دوسری پیشگوئی: تب اس وقت اندر اس (شاگرد) نے کہا: اے معلم! ہمارے لئے

کوئی نشانی بتا تاکہ ہم اس کو (آنے والے رسول کو) پہچانیں، یسوع نے جواب دیا: بے شک وہ (رسول) تمہارے زمانہ میں نہ آئے گا بلکہ تمہارے بعد کئی برسوں کے (گزرنے پر) جس وقت کہ میری انجیل باطل کردی جائے گی اور قریب قریب تیس مومن بھی نہ پائے جائیں گے۔

(آیت:۱۲/۱۳،انجیل برناباس فصل:۷۲،ص:۲۲۳)

۳:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تیسری پیشگوئی اس طرح ہے: میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بے شک اگر موسیٰ کی کتاب سے حق محو نہ کیا گیا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمارے باپ داؤد کو دوسری کتاب کبھی نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب نہ بگاڑ دی گئی ہوتی تو اللہ اپنی انجیل میرے حوالہ نہ کرتا۔(انجیل برناباس ص:۳۰۰، آیت:۸/۹)

۴:... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی پیشگوئی اس طرح ہے: پس جب کہ رسول اللہ آئے گا وہ اس لئے آئے گا کہ ہر اس چیز کو جسے میری کتاب (انجیل) میں سے بدکاروں نے خراب کردیا ہے، اسے پاک کرے۔

(انجیل برناباس ص:۳۰۱، آیت:۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان پیشگوئیوں کے بعد بھی اگر عیسائی پادری انجیل کی صحت کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ ان کی ہٹ دھرمی ہے جو اپنے کو بھی تباہ کرتے ہیں اور اپنی عیسائی برادری کو بھی تباہ کردیتے ہیں، آسمانی کتاب و ہدایت کے بغیر لوگوں کو محرف اور جعلی انجیلوں سے تسلیاں دینا عقلمندی اور انصاف نہیں ہے جب کہ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ان پادریوں کو اصلی انجیل کا دعویٰ بھی نہیں ہے، یہ تو انجیل ان کتابوں کو سمجھتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگردوں اور حواریوں نے مرتب کی ہیں، ان میں بھی بے تحاشا تحریفیں ہوئی ہیں بلکہ بولس نے تو مذہب عیسائیت کو بالکل بدل ڈالا ہے جو آئندہ آرہا ہے آج کے دور میں بھی انگلینڈ میں پادریوں کی ایک کمیٹی اور کونسل بنی ہوئی ہے جو ہر پانچ سال کے بعد ان نام نہاد اناجیل کے احکامات میں قطع و برید کرتی رہتی ہے تاکہ زمانہ کی جدت کے ساتھ احکامات بھی جدید بن جائیں ان پادریوں نے برطانیہ کے پارلیمنٹ کے اس بل کو بھی قبول کرلیا ہے کہ لڑکا لڑکے سے شادی کرسکتا ہے، نیز داماد اپنی ساس کو بھی اگر چاہے تو بیوی کی طرح رکھ سکتا ہے۔ اس افراتفری اور مذہبی آوارہ گردی کے باوجود یہ پادری اور عیسائی مستشرقین اللہ تعالیٰ کی محفوظ ترین مقدس کتاب قرآن عظیم کے بارے میں طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ: ’’وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ‘‘ (البقرہ:۱۲۰) یعنی: تم سے یہود و نصاریٰ اس وقت تک خوش نہیں ہوسکتے جب تک کہ ان کی ملت کی پیروی نہ کرو، بہرحال قرآن پر مستشرقین کے اعتراضات کو میں نے ذکر کردیا اور جواب اس لئے نہیں دیا کہ ان کے متعصّبانہ اعتراضات جوابات کے قابل نہیں ہیں بلکہ میں نے ان سے سنجیدگی کے ساتھ یہ سوال کیا ہے کہ آپ مجھے بتائیں کہ سریانی زبان میں آسمان سے نازل شدہ اللہ کی کتاب انجیل تمہارے پاس ہے یا نہیں ہے، اگر ہے تو دکھا دو، کہاں ہے؟ ہمیں سریانی زبان میں اصلی نسخہ لاکر دکھا دو ہمیں اردو اور پشتو میں لکھی ہوئی انجیل نہ دکھاؤ اور نہ ہمیں یہ دھوکا دو کہ اس کے ساتھ لکھ دیا کہ ’’انجیل مقدس‘‘ انجیل بے شک مقدس تھی لیکن وہ کہاں ہے؟ شاگردوں کی لکھی ہوئی پانچ اناجیل میں سے عیسائی لوگ چار کو تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ اس میں انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق خوب تحریف کی ہے اور پانچویں انجیل برناباس کو نہیں مانتے ہیں، کیونکہ وہ بڑی حد تک ان کی تحریف اور قطع و برید سے محفوظ رہی ہے اس لئے انجیل برناباس کی اکثر تعلیمات تورات و زبور اور قرآن سے زیادہ مطابقت رکھتی ہیں مجھے یقین ہے کہ انجیل برناباس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے انجیل کی خرابی کے بارے میں جو پیشگوئیاں میں نے اوپر نقل کردی ہیں یہ دیگر اناجیل میں بھی ہوں گی قطع و برید اور ردوبدل کے باوجود کہیں کہیں انجیل میں اس دست اندازی کا تذکرہ ضرور ہوگا، جس سے یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ شریر لوگوں نے انجیل کو خراب کردیا، ظاہر ہے کہ انجیل جب خراب ہوگئی اور نبی آخر زمان رسول بن کر تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا اور پھر اس کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن عظیم پر بے جا اعتراضات سے قرآن کی حقانیت مزید ظاہر ہوگئی اور قرآن سے محبت مزید بڑھ گئی۔

احادیث پاک پر عیسائی مستشرقین کے اعتراضات:

عیسائی مستشرقین اور عیسائی مذہب کے لاٹ پادریوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مقدسہ پر بھی اعتراضات کئے ہیں، ان اعتراضات کا سرغنہ پروفیسر ’’شاخت‘‘ نام

کا ایک مستشرق ہے، اس نے انگریزی جرمنی اور فرانسیسی زبانوں میں احادیث کے خلاف بہت سے مقالات اور مضامین لکھے ہیں’’مقدمہ اسلامی قانون‘‘ اور’’اسلامی فقہ کی بنیادیں‘‘ان کی دو کتابیں ہیں جس کو اسلام دشمن مغربی حلقوں میں بڑی پذیرائی حاصل ہوگئی ہے مستشرق پروفیسر گب اور پروفیسر کولسن وغیرہ مغربی محققین نے پروفیسر شاخت کی کتابوں اور مقالات کے بارے میں تعریفی کلمات لکھ کر ان کی تعریف اور حمایت کی ہے۔

ہندوستان میں غلام احمد قادیانی اور عبداللہ چکڑالوی نیاز فتح پوری، فیضی اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن، سرسیّد احمد خان، حمیدالدین فراہی، چوہدری غلام محمد پرویز، عنایت اللہ مشرقی جیسے لوگ ان کتابوں سے متاثر ہوئے۔ جاوید غامدی اور ان کے استادوں نے احادیث سے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے وہ کم وبیش پروفیسر مستشرق شاخت ہی کا نظریہ ہے انکار حدیث کا جو فتنہ مشرق ومغرب میں پروان چڑھا وہ’’شاخت‘‘ ہی کی تحریک کا نتیجہ ہے، اس تحریک سے سامراجیت کے مقاصد کی تکمیل کے لئے انکار حدیث کا پوری دنیا میں بہت بڑا فتنہ برپا ہوگیا، احادیث پر اعتراضات میں ’’شاخت‘‘ کے ساتھ سناوک، گولڈن زیہر، پروفیسر کولسن وغیرہ شامل ہیں، لیکن سب کا سرغنہ’’پروفیسر شاخت‘‘ ہی ہے۔ اس نے احادیث پر اعتراضات کے پس منظر میں اسلامی قانون کو نشانہ بنایا ہے، شاخت کے اعتراضات کی بنیاد یا تو احادیث کی حقیقت اور صحت وضعف سے ناواقفیت پر مبنی ہے یا اس کی دین اسلام سے عداوت اور بغض وحسد کا نتیجہ ہے مگر یورپ کی اسلام دشمنی کو ذرا دیکھ لیں کہ لندن اور کیمبرج جیسے آزادی کی دعویدار یونیورسٹیوں میں شاخت کی کسی کتاب پر تنقید ممنوع ہے۔ اگرچہ شاخت نے اپنے اعتراضات میں گہری غلطیاں کی ہیں لیکن تنقید منع ہے۔ بہرحال ان کے چند جھوٹے اعتراضات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں:

جھوٹے شاخت کا کہنا ہے کہ بڑی حد تک احادیث دین کے دائرہ سے خارج ایک چیز ہے،’’لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین‘‘ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو، جھوٹا شاخت کہتا ہے کہ پہلی صدی کے ایک بڑے حصے میں اصطلاحی معنوں میں اسلامی فقہ کا وجود ہی نہ تھا کسی بھی فقہی حدیث کے بارے میں یہ کہنا دشوار ہے کہ اس کی نسبت رسول اللہ کی طرف صحیح ہے۔

جھوٹا شاخت کہتا ہے کہ شریعت کا تعلق مذہب سے ہے ہی نہیں، یہ تو شریعت سے الگ ایک چیز ہے، نیز فقہ اسلامی کے نام سے جو چیز ہمارے سامنے موجود ہے، اس کا قرآن و حدیث سے کوئی رشتہ نہیں، اس کے بیشتر حصے یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کے قوانین سے ماخوذ ہیں اور جو فقہ اس کے علاوہ ہے، وہ مجتہدین کے ذاتی اجتہادات کا نتیجہ ہے۔(علوم اسلامیہ اور مستشرقین،ص:۷۳)

جھوٹا شاخت محدثین اور فقہاء کے درمیان فرضی محاذ آرائی بنا کر عجیب انداز سے احادیث اور فقہ دونوں کو مسترد کر کے کہتا ہے کہ سنت نبوی کا جو حربہ محدثین کے پاس موجود تھا، فقہاء کے پاس اس کا کوئی دفاع نہیں تھا اب ان کے سامنے بہتر راستہ یہی تھا کہ اپنی بحثوں میں متواتر احادیث کا استعمال کم کردیں اور اپنی فقہی آراء کی تائید میں رسول اللہ کی طرف احادیث منسوب کردیں، اس طرح فقہاء نے بھی محدثین کی طرح وضع حدیث کی روش اپنالی مگر اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ محدثین کا مقابلہ کیا جائے۔ (علوم اسلامیہ اور مستشرقین،ص:۴۷)

جھوٹے شاخت کے نزدیک احادیث کا سلسلہ سند بڑی حد تک من گھڑت ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے یہ دروغ محض ہے متن حدیث پہلے ہوتا تھا اور سند حدیث دوسری صدی میں آجاتی تھی۔(حوالہ بالا)

شاخت کذاب کا کہنا ہے کہ حدیث کے مخالفین دو طبقوں پر مشتمل ہے، ایک متشدد طبقہ ہے، دوسرا اعتدال پسند طبقہ ہے، متشدد طبقہ معتزلہ کا ہے اور اعتدال پسند طبقہ فقہاء کا ہے۔

(مذکورہ کتاب،ص:۵۲،۵۳)

شاخت کذاب کہتا ہے کہ ایک بھی فقہی حدیث ایسی نہیں ملتی جس کی نسبت رسول اللہ طرف صحیح ہو۔(مذکورہ کتاب،ص:۵۵)

شاخت کذاب ایک جگہ لکھتا ہے کہ دوران نماز سیاسی دشمنوں پر بددعا کرنا، ایک بدعت ہے جو نبی کی وفات کے ایک عرصہ کے بعد ایجاد کی گئی، اس بارہ میں رسول اللہ اور ابوبکر وعمر سے کچھ بھی منقول نہیں ہے، لہٰذا جس حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ نے دشمنوں کے خلاف دعا قنوت پڑھی وہ یقیناً ابراہیم نخعی کے بعد گھڑی گئی ہوگی۔(مذکورہ کتاب:۵۹)

شاخت کذاب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اسانید یوں ہی گھڑ کر روایتوں کے ساتھ چپکا دی جاتی تھیں۔(ص:۷۳)

(جاری ہے)

جاں نثارِ ختم نبوت

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد قاسم، کراچی

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے پہلی جنگ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب کے خلاف ہوئی، یہ جنگ یمامہ کہلاتی ہے۔ اس جنگ میں سب سے زیادہ جانوں کی قربانیاں پیش کی گئیں، ان شہدائے ختم نبوت کی تعداد شارح بخاری علامہ عینیؒ نے گیارہ سو سے چودہ سو تک بیان فرمائی ہے۔ (دیکھیے: عمدۃ القاری، ج:۱۸،ص:۲۸۱) شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں: ’’ان میں سات سو سے زیادہ وہ اصحاب تھے جو قرأ کہلاتے تھے، یعنی قرآن کریم کے حافظ، قاری اور متخصص عالم۔‘‘ (تحفۂ قادیانیت، ج:۱، ص:۱۲۵، ط:۲۰۱۰ء) یعنی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اہلِ علم نے سب سے زیادہ جانوں کے نذرانے دیئے ہیں۔

علم و اہل علم کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں علماء کے بارہ میں ارشاد فرمایا ہے: ’’انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء‘‘ (فاطر:۲۸) ترجمہ: ’’اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جن کو سمجھ ہے۔‘‘ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سب سے بڑے علماء اس کے انبیاء و رسل ہوا کرتے ہیں، ان انبیاء و رسل کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد الٰہی ہے:

’’اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ‘‘ (الانعام:۹۰)

ترجمہ: ’’یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سو تو چل ان کے طریقے پر۔‘‘ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ سیّدنا آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد نبوت کے بند ہونے اور اپنے اصحاب خصوصاً خلفائے راشدین کی پیروی اختیار کرنے کا حکم دیا۔ حدیث نبوی ہے:

’’کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون۔‘‘ (متفق علیہ)

ترجمہ: ’’بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے، جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اس کی جگہ دوسرا نبی آتا تھا، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔‘‘

اصحاب رسول میں خلفائے راشدین، عشرۂ مبشرہ، حسنین کریمین، حضرت عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، ابی بن کعب، زید بن ثابت، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، عمار بن یاسر، ثابت بن قیس انصاری، سالم مولیٰ ابی حذیفہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن و سنت کے علوم میں رسوخ حاصل تھا۔ یہ صحابہ کرامؓ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں نہ صرف پیش پیش تھے بلکہ ان میں بعض مقامِ شہادت پر بھی فائز ہوئے، جن میں خطیب الانصار حضرت ثابت بن قیس شماس، قاری قرآن سالم مولیٰ ابی حذیفہ، ان کے مولیٰ حضرت ابو حذیفہ، حضرت عمر کے برادر اکبر حضرت زید بن خطاب اور حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبداللہ شامل ہیں، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ آفتاب نبوت کی ضیاء پاشیوں سے براہِ راست علم کا نور پانے والے ان اہلِ علم میں سے ایک ایک کا وجود پوری امت پر بھاری ہے، لیکن انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی قیمتی جانوں کی پروا نہ کی اور رہتی دنیا تک یہ سنت جاری کر گئے کہ امت کے علماء کا علم و فضل اور ضبط و کمال آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس رسالت اور ختم نبوت سے زیادہ وزن نہیں رکھتا۔

چنانچہ دورِ صحابہ سے یہ تواتر و تسلسل قائم ہے کہ ہر زمانے کے اہل علم نے اپنی تمام توانائیاں وصلاحیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مضبوط و پختہ دلائل و براہین قائم کرنے پر ترجیح دیں حتیٰ کہ جب کسی مرحلے پر ان سے جانوں کی قربانی مانگی گئی تو انہوں نے اس سے بھی دریغ نہیں کیا اور

کیوں نہ ہو جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے علماء کو انبیاء کا وارث قرار دیا ہے، اس لئے ختم نبوت کا تحفظ بھی اہل علم کی سب سے بڑی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ ان اہل علم وفضل میں ایک درخشندہ ستارہ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزی شہیدؒ ہیں۔

حضرت مفتی شامزی شہید کی اصل پہچان تو مطالعہ وتحقیق، درس وتدریس اور فقہ وفتاویٰ تھی، لیکن جب آپ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور خصوصاً شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہ سے وابستہ ہوئے تو تحفظ ختم نبوت اور دفاع ناموس رسالت آپ کی زندگی کا اہم مقصد بن گیا۔ حضرت لدھیانویؒ کی شہادت کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمدؒ، مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ کو اپنی لسان اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان قرار دیا کرتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ آپ کا تعلق شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا دامت برکاتہم یوں بیان فرماتے ہیں:

”عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے آپ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گراں قدر اور مثالی خدمات سرانجام دیں۔ اس جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے آپ رکن رکین تھے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کی آنکھوں کا تارا تھے۔ پیر طریقت حضرت مولانا سیّد نفیس الحسینی مدظلہ کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ جب سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کے رکن مقرر ہوئے، کسی ایک اجلاس میں شرکت سے ناغہ نہیں ہوا۔ اسلام آباد، چناب نگر، ایبٹ آباد، ملتان، ٹنڈو آدم، میرپور خاص کی ختم نبوت کانفرنسوں میں آپ کا بڑے اہتمام کے ساتھ بیان ہوتا تھا۔ یکم صفر ۱۴۲۵ھ کو ملتان میں مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اسی روز بعد نماز عشاء ملتان کی ختم نبوت کانفرنس میں رات کے اجلاس میں حضرت امیر مرکزیہ کی آمد تک آپ نے حضرت مدظلہ کی نیابت میں کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ اگلے روز جمعہ سے قبل آپ کا ایمان افروز، معلومات سے بھرپور، مجاہدانہ علمی بیان ہوا۔ مسجد کے محراب سے لے کر دفتر کے صحن کے آخری کونے تک ہزاروں بندگانِ خدا کے اجتماع عظیم میں آپ کا بیان سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے علم وفضل کا سمندر موجزن ہو۔ اسی اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ حضرت امیر مرکزیہ اور حضرت نائب امیر دامت برکاتہم اپنے بڑھاپے کے باعث ملک کے طول و عرض میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت نہیں کرسکتے۔ ان اکابر کی نمائندگی اور جانشینی کے لئے پورے اجلاس کی نظر آپ کی ذاتِ گرامی پر پڑی، اور آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے ختم نبوت کانفرنسوں میں اپنے اکابر کی نمائندگی کا وعدہ کیا۔“ (بینات، مفتی شامزیؒ نمبر، ص:۴۰)

آپ کی خدمات ختم نبوت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خان نوراللہ مرقدہ رقم طراز ہیں:

”مفتی نظام الدین شامزی نے ۱۹۷۴ء میں جامعہ فاروقیہ سے تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ ڈرگ کالونی سے متصل گرین ٹاؤن میں قادیانی بڑی تعداد میں تھے، مفتی صاحب کی کوششوں سے بعض قادیانیت سے تائب ہوئے۔ باقی کی سرگرمیوں پر قدغن لگی۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن تشریف لانے کے بعد مفتی احمد الرحمنؒ کی یہ نسبت آپ کی طرف خصوصی طور پر منتقل ہوئی اور آپ عملی طور پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کاموں میں بھرپور شرکت کرنے لگے۔ مختلف کانفرنسوں میں خصوصی خطاب کے علاوہ باہر ملکوں میں بھی آپ نے خصوصی طور پر کام کیا، جس کی بنا پر امیر مرکزیہ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب کے حکم پر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے آپ کو مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا، پہلے اجلاس سے لے کر آخری اجلاس تک آپ نہ صرف اس میں بھرپور شرکت فرماتے بلکہ بہت اچھی آراء پیش کرتے۔ موجودہ دور کے مطابق انٹرنیٹ اور میڈیا کے ذریعہ قادیانیت کے توڑ اور تعاقب کے لئے جو لائحہ عمل تیار کیا گیا، اس کے لئے امیر مرکزیہ نے خصوصی طور پر مفتی نظام الدین شامزی کو نگران مقرر کیا۔ آپ نے اسلام آباد میں ممتاز صحافیوں اور کالم نگاروں کو مدعو کیا جس میں امیر مرکزیہ نے خصوصی طور پر شرکت کی اور صحافیوں کو اس اہم کام کی طرف متوجہ کیا۔......

آخری ختم نبوت کانفرنس جو اپریل میں ملتان میں ہوئی تھی، مفتی صاحب نے جمعہ سے قبل خصوصی خطاب فرمایا۔“ (بینات، مفتی شامزیؒ نمبر، ص:۲۳۷)

حضرت شامزی شہیدؒ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں علم کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا، وہیں آپ اس دولت کی زکوٰۃ عوام الناس کے درمیان اپنے وعظ و بیان کے ذریعے تقسیم بھی فرمایا کرتے تھے۔ ویسے تو آپ جہاد و مجاہدین، سیاست اور جمعیت علماء اسلام اور اتحاد بین المسلمین جیسے عنوانات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے تھے، لیکن عالمی مجلس تحفظ

ختم نبوت کے ساتھ وابستگی اور تعلق قائم ہونے کے بعد آپ نے اپنی تقاریر میں مسئلہ ختم نبوت کو اہمیت کے ساتھ اجاگر کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور خاص کے مبلغ حضرت مولانا محمد علی صدیقیؒ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

”آپ اپنے بیان میں مسئلہ ختم نبوت کو ضرور بیان کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی دوست نے مفتی صاحب سے پوچھ لیا کہ آپ اس موضوع پر ضرور بولتے ہیں، میں بھی قریب ہی موجود تھا، مفتی صاحب مسکرا کر فرمانے لگے کہ اس موضوع پر بولنا اپنے ایمان کی حفاظت کرنا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کو جہاں اور دینی کاموں سے ازحد دلچسپی تھی، وہاں مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کو بھی بہت اہمیت دیتے تھے اور اکابرین ختم نبوت کا تذکرہ کرتے ہوئے خود بھی اور اہل مجلس کو بھی آبدیدہ کر دیا کرتے تھے۔ راقم جب بھی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضری دیتا تو علاقہ تھر پارکر اور کنری کے حالات اور وہاں قادیانیوں کے خلاف جماعتی سرگرمیوں کی روداد کو بڑی دلچسپی سے سنتے تھے۔“

(ہفت روزہ ختم نبوت ص:۲۰، ۱۸ تا ۲۴ جون ۲۰۰۴ء)

ایک اور جلسے کا حال یوں بیان کرتے ہیں:

”۱۴ اپریل کو ٹنڈو آدم میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوا، جس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور مولانا اللہ وسایا مدظلہ ملتان سے تشریف لائے، کراچی سے حضرت مفتی صاحب، حضرت مولانا احمد میاں حمادی کی دعوت قبول کرکے مولانا مفتی محمد جمیل خان اور مولانا نذیر احمد تونسوی کی معیت میں ٹنڈو آدم تشریف لائے۔ عشاء کے بعد مفتی صاحبؒ نے جلسہ سے خطاب کیا اور فرمانے لگے کہ دس، پندرہ منٹ بیان کروں گا لیکن جلسہ اور حاضرین کا ذوق دیکھ کر حضرت مفتی صاحبؒ کی طبیعت ایسی کھلی کہ آپ کی تقریر ایک گھنٹہ سے زیادہ جاری رہی، گو حضرت مفتی صاحبؒ کی تقریر انتہائی عالمانہ تھی لیکن اتنی عام فہم تھی کہ پورا مجمع نہ صرف یہ کہ بغور سن رہا تھا بلکہ بخوبی سمجھ رہا تھا۔“ (ہفت روزہ ختم نبوت ص:۲۱، ۱۸ تا ۲۴ جون ۲۰۰۴ء)

حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ نے اپنے علم سے بھی ختم نبوت کی خدمت کی، چنانچہ آپ عقیدۂ ظہور حضرت امام مہدی علیہ الرضوان پر ایک جاندار اور وقیع تحقیقی کتاب سپرد قلم کر گئے۔ کتاب کا نام ”عقیدۂ ظہور مہدیؒ، احادیث کی روشنی میں“ ہے۔ اس کتاب میں سیّدنا حضرت امام مہدی علیہ الرضوان کی قربِ قیامت میں آمد سے انکار کرنے والوں کے شبہات کا جائزہ لے کر تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔ بقول حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ: ”آپؒ نے ”ظہور مہدی“ کے نام سے کتاب لکھی تو رافضیت و خارجیت کو چت لٹا دیا۔ اس عنوان پر یہ کتاب حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے۔“ (بینات، مفتی شامزیؒ نمبر، ص:۴۱)

۳۰ مئی ۲۰۰۴ء کو جب آپ نے جامِ شہادت نوش کیا تو وہ ایسا وقت تھا جب ملک پر قابض آمر حکمران جنرل پرویز مشرف نے ناموس رسالت کے قوانین پر نظر ثانی کا اعلان کر رکھا تھا۔ حضرت مفتی شامزی شہیدؒ اس بات سے بہت بے چین تھے اور اپنی تقاریر میں حکومت وقت کو للکارا کرتے اور اس اقدام سے باز رہنے کی تاکید فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے حالات میں آپ کی شہادت نے جہاں اور بہت سے خدشات کو جنم دیا اور مختلف وجوہ و اسباب آپ کی شہادت میں تلاش کئے گئے وہیں بہت سے تجزیہ نگاروں اور ذرائع ابلاغ نے یہ رائے قائم کی کہ حضرتؒ کو ان قوتوں کے ایما پر شہید کیا گیا جو پاکستان میں اسلامی دفعات خصوصاً ناموس رسالت کی توہین کے قانون کو ختم کرنا چاہتی ہیں۔ ان طاقتوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اس قانون کی تبدیلی کی صورت میں جو جو شخصیات عوامی حلقوں میں شعور آگاہی کو اجاگر کر سکتی ہیں یا رائے عامہ ہموار کر کے اسلامیانِ وطن کو قانون توہین رسالت کے تحفظ کے لئے کھڑا کر سکتی ہیں، انہیں پہلے ہی راستے سے ہٹا دیا جائے۔ ان خدشات کو اس سے بھی تقویت ملتی ہے کہ اس سے قبل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ اور مفتی شامزی شہیدؒ کے شیخ و مرشد، مرجع خلائق شخصیت، شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کو بھی انہی حالات میں شہید کیا گیا تھا جب ملک میں مارشل لاء نافذ تھا اور چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف نے ناموس رسالت کے قوانین پر نظر ثانی کا عندیہ دیا تھا، تب اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حضرت لدھیانوی شہیدؒ کو رستے سے ہٹا دیا گیا اور اب دوبارہ اس قانون پر ہاتھ صاف کرنے کے لئے ان کے جانشین وخلیفہ مجاز حضرت شامزی شہیدؒ ان مکروہ عزائم کی بھینٹ چڑھائے گئے۔

بہرکیف! حضرت لدھیانوی شہیدؒ ہوں یا حضرت شامزی شہیدؒ، ہر دو حضرات نے ختم نبوت اور ناموس رسالت پر اپنی گراں قدر اور قیمتی جانیں قربان کر کے جنگ یمامہ میں اہل علم وفضل، اہل فقہ وتفقہ صحابہ کرامؓ کی جاں نثاری کی داستان کو دہرا دیا۔

”خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را“

☆☆......☆☆

کارِ نبوت کا ایک اہم شعبہ

تزکیہ و احسان

حضرت مولانا مفتی خالد محمود مدظلہ

تیسری قسط

اور ایک جگہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’تصوف میرے اکابر کا اہم ترین مشغلہ ہے:

در کفے جامِ شریعت ودر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام وسندان باختن

کے وہ سچے مصداق تھے، یہ حضرات ایک جانب فقہ، حدیث اور علومِ ظاہریہ میں اگر ائمۂ مجتہدین اور ائمۂ حدیث کے حقیقی جانشین اور سچے متبع تھے، تو دُوسری جانب تصوف کے ائمہ جنیدؒ وشبلیؒ کے قدم بقدم، ان اکابرؒ نے تصوف کو فقہ وحدیث کے ماتحت چلایا اور اپنے قول وفعل سے بتلادیا کہ یہ مبارک فن حقیقت میں قرآن وحدیث ہی کا ایک شعبہ ہے، اور جو رُسوم وبدعات اس مبارک فن میں بُعدِ زمانہ سے بڑھ گئی تھیں، ان کو چھانٹ دیا۔ تصوف کو بعض ناواقفوں نے ظاہر شریعت کا مخالف نہیں تو علیحدہ ضرور بنادیا، یہ یا تو غلو ہے یا جہل۔

حقیقی تصوف کو جس کا دُوسرا نام اِحسان ہے حضرت جبریل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے دریافت کرکے یہ واضح کردیا کہ یہ شریعت ہی کی رُوح اور مغز ہے، اور حضرت جبریل کے اس سوال پر کہ اِحسان کیا چیز ہے؟ سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک اِرشاد نے: ’’أن تعبد اللہ کأنک تراہ ...الخ‘‘ الحدیث (تو اللہ کی عبادت ایسی کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے) اِحسان کے معنی اور تصوف کی حقیقت واضح کردی، عنوانات تو اس کے جو بھی اِختیار کرلئے جاویں لیکن مرجع سب کا یہی حقیقت ہے:

اورّی بسعدی والرباب واما
أنت الذی تُعنی وأنت المؤمل

شاعر کہتا ہے کہ چاہے میں مشہور محبوبہ سعدی کا نام لوں یا معروف معشوقہ رباب کا نام لوں، ہر چیز سے مقصود تو ہی ہے اور تو ہی مطلوب ہے۔

> ’’حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ سلوک اور تصوف کا حاصل صرف یہ ہے کہ طاعت کے وقت ہمت کرکے طاعت کو بجالائے اور معصیت کے تقاضا کے وقت ہمت کر کے معصیت سے رُک جائے اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، محفوظ رہتا ہے، ترقی کرتا ہے

یہ تو حقیقت ہے، اس کے بعد جو چیزیں ذِکر وشغل، مجاہدات وریاضات یہ حضرات تجویز کرتے ہیں، وہ حقیقت میں سب علاج ہیں، چونکہ سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے جتنا بُعد ہوتا جاتا ہے، اتنا ہی قلوب میں زنگ اور اَمراضِ ردیہ دِلوں میں پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں، اور جیسا کہ یونانی اطباء اور ڈاکٹر جدید امراض کے لئے تجربات یا قواعد سے وقتی اور نئی نئی چیزیں اور دوائیاں تجویز کرتے ہیں، اسی طرح یہ رُوحانی اطباء قلبی امراض کے لئے ہر شخص کے حال کے موافق اور ہر زمانے کے موافق دوائیں تجویز کرتے ہیں،

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نوّر اللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء میں ہیں، ان کا ایک رسالہ ’’تصوف اور نسبتِ صوفیہ‘‘ مختصر اور قابلِ دِید ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابویحییٰ زکریا انصاری شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کی اصل ’’حدیثِ جبریل‘‘ ہے، جس میں آیا ہے کہ:’’ما الاحسان؟ قال: أن تعبد اللہ

کأنک تراہ‘‘ الحدیث، چنانچہ تصوف اِحسان ہی کا نام ہے۔

(سوانح حضرت شیخ الحدیثؒ ص:۲۶۲،۲۶۳)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ لکھتے ہیں: ’’شریعت کا وہ جز جو اَعمالِ باطنی سے متعلق ہے، تصوف وسلوک، اور وہ جز جو اَعمالِ ظاہری سے متعلق ہے، فقہ کہلاتا ہے۔ اس کا موضوع، تہذیبِ اخلاق، اور غرض، رضائے اِلٰہی ہے، اور اس کے حصول کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور سے چلنا ہے۔ گویا کہ تصوف دِین کی رُوح ومعنی یا کیف وکمال کا نام ہے، جس کا کام باطن کو رذائل، اخلاقِ ذمیمہ، شہوت، آفاتِ لسانی، غضب، حقد، حسد، حبِ دُنیا، حبِ جاہ، بخل، حرص، رِیا، عُجب، غرور سے پاک کرنا، اور فضائل یعنی اخلاقِ حمیدہ، توبہ، صبر، شکر، خوف، رجا، زُہد، توحید و توکل، محبت، شوق، اِخلاص، صدق، مراقبہ، محاسبہ و تفکر سے آراستہ کرنا ہے، تاکہ توجہ الی اللہ پیدا ہو جائے، جو مقصودِ حیات ہے، اس لئے تصوف و طریقت، دِین وشریعت کے قطعاً منافی نہیں، بلکہ ہر مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ صوفی بنے کہ اس کے بغیر فی الواقع ہر مسلمان پورا مسلمان کہلانے کا مستحق ہی نہیں رہتا۔ جب یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ تصوف وطریقت، دِین وشریعت کے منافی نہیں ہے، بلکہ شریعت ہی کے ایک جزو کا نام ہے، تو اسی سے تصوف کی ضرورت بھی ثابت ہوگئی۔‘‘ (شریعت وتصوف ص:۹۲،۹۳)

حضرت اقدس شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ تصوف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ سلوک اور تصوف کا حاصل صرف یہ ہے کہ طاعت کے وقت ہمت کرکے طاعت کو بجا لائے اور معصیت کے تقاضا کے وقت ہمت کر کے معصیت سے رُک جائے اس سے تعلق مع اللہ پیدا ہوتا ہے، محفوظ رہتا ہے، ترقی کرتا ہے۔‘‘

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں: ’’تزکیہ تین چیزوں سے مرکب ہے، یعنی قلب پاک ہو جائے عقائد باطلہ سے اور غیر اللہ سے، اور نفس پاک ہو جائے بُرے اخلاق سے اور بدن پاک ہو جائے نجاستوں اور برے اعمال سے۔ اللہ تعالیٰ علامہ آلوسی رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے تزکیہ کی کیا عمدہ تفسیر فرمائی ہے۔

(روحِ سلوک ص:۹)

’’سارے سلوک و تصوف اور ساری خانقاہوں اور تمام اذکار و اشغال کا حاصل گناہ چھوڑنا ہے اگر انسان اہل اللہ کی صحبت میں رہے، خانقاہ میں زندگی گزارے لیکن گناہ سے نجات نہیں پا رہا ہے تو ابھی اسے حاصل سلوک نہیں ملا۔ سلوک وتصوف کا حاصل یہی ہے کہ انسان سر سے پیر تک اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُنہی کا اُنہی کا ہوا جا رہا ہوں

جن کا ہوں انہی کا ہوا جا رہا ہوں، پیدا تو اللہ نے کیا ہے پھر دوسروں پر کیوں مَروں، جس نے مجھے وجود بخشا ہے اُسی پر مروں گا، میں اللہ کو ناراض نہیں کرسکتا، بس جس کو یہ بات حاصل ہوگئی اور گناہ چھوڑ دیئے وہ حاصل سلوک پا گیا۔ لیکن یہ نعمت بزورِ دست و بازو نہیں ملتی، اللہ کے فضل سے ملتی ہے۔ اس لئے اللہ سے روتے رہو، مانگتے رہو، لیکن تدبیر میں کمی نہ کرو۔ (معارف ربانی ص:۱۳۲،۱۳۳)

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

’’تصوف نام ہے اپنے دل کو توڑ دینا اور اللہ کے قانون کو نہ توڑنا۔ جو ظالم اپنا دل نہ توڑے اور اللہ کا قانون توڑ دے وہ صوفی نہیں مردود ہے، خبیث ہے، جو بُرے سے برا لقب اس کو دیا جائے کم ہے۔ تصوف کے معنی یہ ہیں کہ ماضی اور مستقبل کی فکر نہ کرنا، اپنے حال کو درست رکھنا کہ کسی گناہ میں ایک سانس نہ گزرے، ماضی کی توبہ سے تلافی اور مستقبل کو دعا سے تابناک کرنا۔

(خزائن شریعت وطریقت ص:۴۱۰)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: ’’وہ پیری مریدی یا وہ تصوف جو قرآن وحدیث کی تفسیروں سے اور شرحوں سے ثابت نہ ہو، اللہ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں جو تصوف نہ ہو وہ تصوف مقبول نہیں ہے۔ تصوف تو نام ہے اللہ کی عبادت میں محبت کی چاشنی ملا دینے کا۔

(دل شکستہ کی قیمت ص:۸)

اگرچہ بعض پیشہ ور، طلبِ جاہ کے خوگر اور فاسد العقیدہ نام نہاد صوفیا نے تصوّف کی آڑ میں دِین میں تحریف، مسلمانوں کو گمراہ، آزادی و بے راہ روی کی تبلیغ اور معاشرے میں اِنتشار پیدا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اس تصوّف کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے آلہ کے طور پر اِستعمال کیا۔ کچھ غیر محقق صوفیوں نے جو اس شعبے کی رُوح اور حقیقت سے ناآشنا تھے، انہوں نے وسائل و ذرائع پر تو بہت زور دیا مگر مقصد کو فراموش کر بیٹھے، اسی طرح وہ مقصد اور وسیلہ میں تمیز کھو بیٹھے اور تصوّف کے نام پر ایسی ایسی چیزیں اس میں داخل کر ڈالیں جن کا مقصد سے ذرّہ بھر کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن انہی بے مقصد چیزوں اور

وسائل کو اس فن کی رُوح اور کمال سمجھ کر ان پر زور دیا اور مقصد سے دُور ہوتے چلے گئے، جس کی وجہ سے علمِ تصوّف کو ایک متنازع چیز بنا کر رکھ دیا، جس کی بنا پر بہت سے حضرات اس کا اِنکار کر بیٹھے، مگر عمومی طور پر دیکھا جائے تو حقیقی صوفیا نے مقصد کو ہی سامنے رکھا، اور اہلِ تصوّف نہ یہ کہ خود شریعت کے عالم و ماہر تھے بلکہ انہوں نے ہمیشہ علمِ دِین اور علمِ شریعت کی سرپرستی کی، ان صوفیا نے ہمیشہ جہاد کے میدانوں میں ہراول دستے کا کام دیا، بڑے بڑے سلاطین اور جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا۔

بیعت کی غرض وغایت:

بیعت کی غرض وغایت بھی یہی ہے کہ اِنسان کی اس طرح اِصلاح ہو کہ وہ اخلاقِ رذیلہ سے پاک وصاف ہو کر اَخلاقِ حسنہ سے متصف ہوجائے، محترم نذیر رانجھا صاحب لکھتے ہیں:

’’ایک بار حضرت مولانا محبوبِ اِلٰہیؒ کے بھائی مقبول اِلٰہی صاحب (لکھنؤ سے) آئے اور حضرتِ اقدس (مولانا محمد عبداللہ) سے پوچھا کہ بیعت کا مقصد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے بھائی (مولانا محبوب اِلٰہی) سے کیوں نہیں پوچھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ بھائی صاحب سے پوچھا تو انہوں نے آپ سے عرض گزار ہونے کے لئے کہا ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا:

’’آپ دیکھتے ہیں کہ اَحکامِ شرعیہ اور اُمورِ دِینیہ کا علم ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو اَخلاقِ حسنہ اور اَعمالِ صالحہ پر کاربند رہنا مشکل ہوتا ہے۔ بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں کہ نماز روزے کے تو عادی ہوتے ہیں، مگر جھوٹ، فریب اور غیبت جیسی بُرائیوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ بیعت کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ اِنسان سے رذائل چھوٹ جاتے ہیں اور ان کی بجائے اخلاقِ عالیہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اعمالِ صالحہ کی بجا آوری میں سہولت اور معاصی سے نفرت ہوجاتی ہے۔‘‘

مقبول اِلٰہی صاحب یوں مطمئن ہوئے کہ اسی وقت بیعت کی درخواست کی اور آپ کے ہاتھ مبارک پر بیعت ہوگئے۔‘‘

(تذکرہ خانقاہِ سراجیہ، ص:۳۴۵)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ بیعت کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’بیعت کا مطلب ہے کہ کسی مرشدِ کامل، متبعِ سنت کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ کرنا اور آئندہ اس کی رہنمائی میں دِین پر چلنے کا عہد کرنا۔ یہ صحیح ہے اور صحابہ کرامؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہے، جب تک کسی اللہ والے سے رابطہ نہ ہو، نفس کی اِصلاح نہیں ہوتی، اور دِین پر چلنا مشکل ہوتا ہے، اس لئے کسی بزرگ سے اِصلاحی تعلق تو ضروری ہے، البتہ رسمی بیعت ضروری نہیں۔‘‘

(آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج:۷، ص:۳۶۴)

خانقاہوں میں اپنے مریدین سے جو بیعت لی جاتی ہے، یہ درحقیقت پچھلے گناہوں سے توبہ اور خدا و رسول کے اَحکام کی تعمیل اور اِتباعِ شریعت کا ایک معاہدہ ہے، جس کے تحت شیخ اپنے مرید کی تربیت کرتا ہے، اور مرید اپنی سابقہ زندگی میں گناہوں سے توبہ کرنے، اپنی اِصلاح کے باب میں شیخ سے ہدایات لینے اور ان پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ نے اس کی اہمیت وضرورت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’خیرالقرون کے بعد اسلامی آبادی کا پھیلاؤ اور زندگی کی ذمہ داریاں اور معاشرتی تفکرات اتنے بڑھ گئے تھے کہ خصوصی تعلیم وتربیت کے ذرائع سے عمومی اصلاح وتربیت کا کام نہیں لیا جاسکتا تھا، اور کسی بڑے پیمانے پر کسی دِینی اور رُوحانی اِنقلاب کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی، پھر اس کی کیا صورت تھی کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنے اِیمان کی تجدید کرے، دِینی ذمہ داریوں و پابندیوں کو شعور و اِحساسِ ذمہ داری کے ساتھ دوبارہ قبول کرے، اس میں پھر اِیمانی کیفیات اور دِینی جذبات پیدا ہوں، اس کے افسردہ و مردہ دِل میں پھر محبت کی گرمی پیدا ہو، اور اس کے مضمحل قویٰ میں پھر حرکت ونشاط پیدا ہو، اس کو کسی مخلص خداشناس پر اِعتماد ہو اور اس سے وہ اپنے امراضِ رُوحانی ونفسانی میں علاج اور دِین کی صحیح روشنی اور رہنمائی حاصل کرے۔ اسلامی حکومتیں جن کا یہ اصلی فرض تھا (اس لئے کہ جس نبی کی نیابت ونسبت پر وہ قائم تھیں، بقول سیّدنا عمر بن عبدالعزیزؒ وہ ہدایت کے لئے مبعوث ہوا تھا، ’’جبایت‘‘، ’’تحصیل وصول‘‘ کے لئے نہیں) نہ صرف اس فریضے سے غافل اور کنارہ کش ہوچکی تھیں، بلکہ اپنے سربراہوں اور عمالِ حکومت کے اعمال وکردار کے لحاظ سے اس کام کے لئے مضر اور اس کے راستے میں مزاحم تھیں، دُوسری طرف وہ اس قدر بدگمان، توہم پرست اور شکی واقع ہوئی تھیں کہ کسی نئی تنظیم اور نئی دعوت کو جس میں قیادت وسیادت کی آمیزش پاتیں، برداشت نہیں کرسکتی تھیں، اس کو وہ فوراً کچل کر رکھ دیتیں۔ ایسی صورت میں مسلمانوں میں نئی دِینی زندگی، نیا نظم وضبط اور نئے سرے

سے حرکت وعمل پیدا کرنے کے لئے اس کے علاوہ کیا شکل تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ایمان وعمل اور اِتباعِ شریعت کے لئے بیعت لے اور مسلمان اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت وجاہلیت کی زندگی سے توبہ اور ایمان کی تجدید کریں، اور پھر وہ نائبِ پیغمبر، ان کی دِینی نگرانی وتربیت کرے، اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلۂ محبت، اپنی اِستقامت اور اپنے نفسِ گرم سے پھر ایمانی حرارت، گرمیٔ محبت، خلوص وللّٰہیت، جذبۂ اِتباعِ سنت اور شوقِ آخرت پیدا کردے، ان کو اس نئے تعلق سے محسوس ہو کہ انہوں نے ایک زندگی سے توبہ کی ہے اور ایک نئی زندگی میں قدم رکھا ہے، اور کسی اللہ کے بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے، وہ بھی یہ سمجھے کہ ان بیعت کرنے والوں کی اِصلاح وتربیت اور ان کی دِینی خدمت، اللہ نے میرے سپرد کی ہے، اور اس محبت واِعتقاد کا مجھ پر نیا حق قائم ہوگیا ہے، پھر اپنے تجربوں واِجتہاد اور کتاب وسنت کے اُصول وتعلیمات کے مطابق ان میں صحیح رُوحانیت وتقویٰ اور ان کی زندگی میں ایمان واِحتساب واِخلاص اور ان کے اعمال وعبادت میں ایمانی کیفیات اور رُوح پیدا کرنے کی کوشش کرے، یہی حقیقت ہے اس بیعتِ تربیت کی جس سے دِین کے مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں اِحیاءِ وتجدیدِ دِین اور اِصلاحِ مسلمین کا کام لیا ہے، اور لاکھوں بندگانِ خدا کو حقیقتِ اِیمان اور درجۂ اِحسان تک پہنچادیا ہے۔‘‘

(تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ سوم، ص:۱۳۶)

حضرت اقدس حضرت والا بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بیعت کی حقیقت:

جو اللہ تعالیٰ کی قید وبند سے آزاد ہوتا ہے اس کی زندگی لعنتی اور بے کسی کی ہوتی ہے اور جو اللہ والا ہوتا ہے، اللہ والوں کے ہاتھ بِکتا ہے وہ دراصل اللہ والوں کے ہاتھ نہیں بِکتا، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنے نمائندے رکھے ہوئے ہیں جو بندوں کو اپنے ہاتھوں پر خرید کر اللہ تک پہنچادیتے ہیں۔

بیعت کی ایک حسی مثال:

جیسے وزیر اعظم کو گندم بھیجنا ہے تو کسانوں سے گندم خریدنے کے لیے وزیر اعظم خود نہیں آتا بلکہ ہر علاقہ کے ڈپٹی کمشنر کو اپنا نمائندہ بناتا ہے کہ کسانوں سے رابطہ قائم کرکے سرکاری پیسے سے ان کو ادائیگی کرو اور ان سے گندم خریدلو اور اسلام آباد بھیج دو۔ اسی طرح اللہ والے اللہ تعالیٰ کے نمائندے ہیں۔ بندوں کو خرید کر وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ یعنی ولی اللہ بننے کا راستہ بتا دیتے ہیں جس پر چل کر وہ اللہ والا ہوجاتا ہے۔ وہ اپنے لیے نہیں خریدتے، اللہ تعالیٰ کی بندگی سکھانے کے لیے بیعت کرتے ہیں۔ بیعت کے معنی ہیں بِکنا دراصل وہ بِکتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، اللہ والوں کا ہاتھ نمائندہ ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کررہے ہیں وہ اصل میں میرے نبی کا ہاتھ نہیں ہے، میرا ہاتھ ہے ’’یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ‘‘ اللہ کا ہاتھ ہے وہ۔ اے صحابہ! سمجھ لو کہ تم میرے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جو بیعت کررہے ہو وہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ نہیں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اے صحابہ! تمہارے ہاتھوں پر بظاہر نبی کا ہاتھ ہے مگر اس ہاتھ میں دراصل میرا ہاتھ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ میرا خلیفہ اور نمائندہ ہے۔ تو اسی طرح جو نائب رسول ہیں جب وہ بیعت کرتے ہیں تو ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ (حیاتِ تقویٰ، ص:۱۴تا۱۵)

شرح آیتِ بالا بعنوانِ دِگر

یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ (سورۃ الفتح: ۱۰)

اسی طرح اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرو تو کسی سچے اللہ والے سے بیعت ہوجاؤ کیوں کہ دنیا میں اللہ سے مصافحہ کا کوئی راستہ نہیں ہوتا لیکن جو بیعت ہوتا ہے وہ اپنے شیخ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اور شیخ کا ہاتھ اگلے شیخ کے ہاتھ پر ہے یہ ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ نبی کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے تو جس کو اللہ سے مصافحہ کرنا ہو، زمین والے کو آسمان والے سے مصافحہ کرنا ہو تو وہ کسی راکٹ سے اللہ تعالیٰ تک نہیں جاسکتا لیکن اگر کسی اللہ والے کا مرید ہوگیا تو اس کا ہاتھ واسطہ در واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک تک پہنچ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے نبی کے ہاتھ کو نبی کا ہاتھ مت سمجھو یہ یَدُ اللّٰہِ ہے۔ سچے اللہ والوں سے بیعت کا یہ راستہ اتنا پیارا ہے کہ دنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں۔ اللہ سے مصافحہ کا کوئی اور راستہ مجھے دلائل سے بتادو۔ میں تو دلیل پیش کررہا ہوں۔

(خزائن القرآن، ص:۳۲۲،۳۲۳)

(جاری ہے)

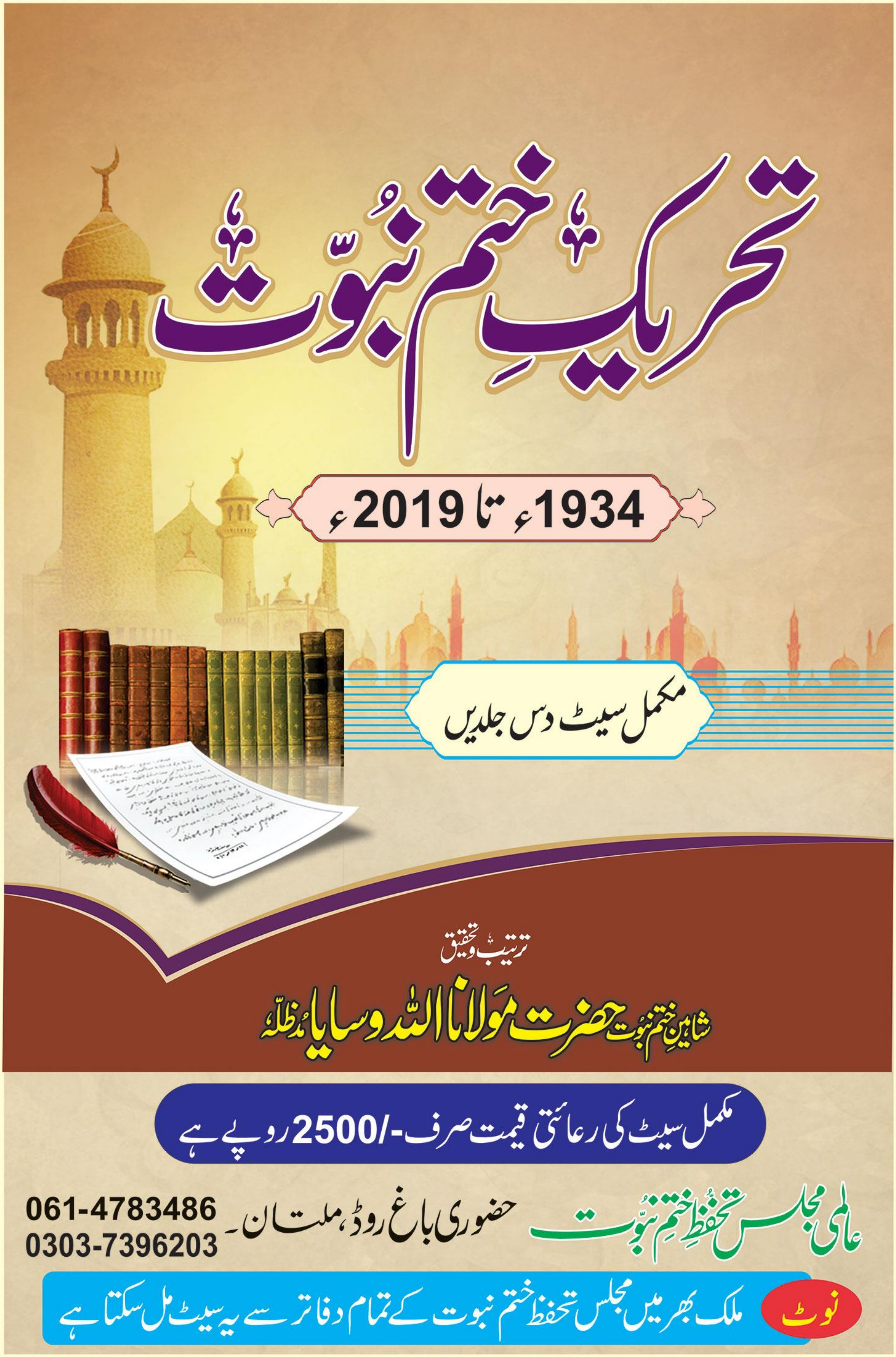
تحریکِ ختمِ نبوّت
1934ء تا 2019ء
مکمل سیٹ دس جلدیں
ترتیب وتحقیق
شاہینِ ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مکمل سیٹ کی رعائتی قیمت صرف -/2500 روپے ہے
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان۔
061-4783486
0303-7396203
نوٹ
ملک بھر میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام دفاتر سے یہ سیٹ مل سکتا ہے